ماہنامہ
دلیل راہ
لاہور

اپریل 2008ء — ربیع الثانی 1429ھ

دہکتے لمحات کا آتشیں سمندر

پاکستان سنی کانفرنس

حوصلے، ہمت اور جذبے جگمگاتے رہے

جرعہ بادۂ طہور

یوسفِ حُسن عینِ ذات صلِ علیٰ محمد
شمعِ تجلیِ صفات صلِ علیٰ محمد
مہرِ منیرِ بُرجِ ذات صلِ علیٰ محمد
آئینۂ تجلیات صلِ علیٰ محمد
وجہِ وجودِ کائنات صلِ علیٰ محمد
روحِ مدارجِ حیات صلِ علیٰ محمد
بابِ کرم ، درِ نجات صلِ علیٰ محمد
آپ کی چشمِ التفات صلِ علیٰ محمد
طورِ دل و نظر ہو تم روح میں جلوہ گر ہو تم
خلق سے یہ تعلقات صلِ علیٰ محمد
آپ سے شانِ کائنات آپ ہیں جانِ کائنات
آپ ہیں رشتۂ حیات صلِ علیٰ محمد
صبحِ نجات طلعتِ عارضِ تابناک ہے
زلف ہے شامِ التفات صلِ علیٰ محمد
جلوۂ روئے پُر ضیا مژدۂ روزِ عید ہے
عکسِ جبیں ہے "چاند رات" صلِ علیٰ محمد
اخترِ نیم جاں کو وہ جرعۂ بادۂ طہور
شہد بہ لب ہے بات بات صلِ علیٰ محمد

اختر الحامدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مرے چاروں طرف ہے، رقص وحشت روک دو اس کو

اللہ کے فضل، حضور ﷺ کی نظر اور لاکھوں عشاق مصطفیٰ کی دعاؤں سے 9- مارچ 2008ء کو پاکستان سنی کانفرنس کرکٹ اسٹیڈیم راولپنڈی میں تزک و احتشام سے منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس اس حوالے سے منفرد اور امتیازی حیثیت رکھتی تھی کہ ملک کی فضائیں سہمی سہمی ہوئی تھیں اور کانفرنس نہ ہونے کے امکانات زیادہ تھے۔ کانفرنس سے چھتیس گھنٹے پہلے شہر میں ایک دھماکہ ہوا اور فوج کا ایک جرنیل دوسرے ساتھیوں کے ساتھ "انا للہ" ہوگیا ______ علماء و مشائخ کا ایک طبقہ کانفرنس ملتوی کرنے کا مشورہ دے رہا تھا اور بعض دوسرے احباب کارکنوں کے حوصلے پست کرنے کی پوری کوشش کر رہے تھے۔ کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کو کہا جاتا اپنے کفن ساتھ لے کر جاؤ ایک صاحب کو دعوت دی گئی تو فرمایا میں بے نظیر نہیں بننا چاہتا۔ جماعت کی چھوٹی سطح کے قائدین اور کارکن جانفشانی سے تنظیمی کاز کا پرچم بلند سے بلند کرنے میں مصروف رہے۔ 18- فروری تک تو قومی انتخاب نے لوگوں کو مصروف کر لیا۔ سونے پے سہاگہ پاکستان ہائی کورٹ نے جگہ بدل کر سٹیڈیم میں کانفرنس کرنے کا فیصلہ سنا دیا۔ جماعت کے نفوس ناطقہ بھی چھٹی لے کے اپنے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ امیر جماعت اپنی ذاتی مجبوری کی بنا پر امریکہ روانہ ہو گئے۔ اللہ نے کیا آپ 9- مارچ کو وطن تشریف لے آئے اور کانفرنس میں شرکت فرمائی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس مرتبہ کارکنان جماعت نے اپنی محنت، قوت، مشقت، دوڑ دھوپ اور مسلسل کاوش اور پیہم سعی سے ناممکن کو ممکن بنا دیا اور ہزاروں لوگ کانفرنس میں دیوانہ وار شرکت کے لئے راولپنڈی پہنچ گئے اور اس طرح کانفرنس نے ہر عالم، ہر پیر، ہر روحانی شخصیت اور دین کے نام پر کام کرنے والے ہر کارکن کے جذبوں، ارادوں، سوچوں اور ان کے اندر کی حقیقت کو بے نقاب کر دیا کہ کون کتنا مسلک کا صدق رکھتا ہے۔ مزید ار بات یہ بھی ہے کہ جماعت ڈنمارک کے گستاخ شیطانوں کے خلاف صدائے احتجاج بلند کر رہی تھی اور بعض مناظرین اسلام قائدین جماعت کی ڈاڑھی اور ریش ماپ تول رہے تھے اور ان کے ذہن میں فضل الرحمٰن چھائے ہوئے تھے۔ وہ لوگ جو حالات کی سنگینیوں کے باوجود وہاں پہنچے اس قافلہ وفاکیش میں علماء بھی تھے، مشائخ بھی تھے، مدبرین سیاست بھی تھے اور شعراء و ادیب بھی تھے الغرض زندگی کے ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے مخلصین اسلام شریک جذب وجنوں ہوئے۔ اگر انہی کو سنی نہیں کہا جاسکتا تو کم از کم وہ لوگ جو اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر نظریاتی قوت کی تپش میں شریک کانفرنس ہوئے کم از کم ان کے اخلاص میں تو شک نہیں کیا جاسکتا۔

اہل سنت کے تین طبقات کھل کر سامنے آئے:

ایک وہ لوگ ہیں جن کے دل میں درد ہے۔ وہ زندگی کا مقصد اللہ کی رضا جانتے ہیں، مساجد، مکاتب اور زاویے ان کی کمائی کے ذرائع نہیں بلکہ ان کا مال و منال مقصد زندگی پر ہی کھپتا ہے۔ ان کی حیات کا لمحہ لمحہ دین مبین کے پرچار اور عشق رسول کے فروغ کے لئے صرف ہوتا ہے۔ وہ دینی کاموں پر خوش ہوتے ہیں۔ وہ حسب ونسب پر چڑھاوے نہیں چڑھاتے بلکہ ان کا حسب نسب دینی اور روحانی عظمتوں کا نشان بن کر ابھرتا ہے۔ انہیں شیخ، علامہ، مناظر اور

استاذ العلماء، نہ کہوتو بھی ان کی خواہش حضور ﷺ کے قدموں میں مٹ جانا ہوتا ہے۔شاہوں بادشاہوں کے عروج وزوال کے معرکے دیکھ کر اپنی صفیں ترتیب نہیں دیتے بلکہ ان کے افکار ومساعی کا مرکز گنبد خضریٰ ہوتا ہے وہ جہاں روشنی کی لکیرا بھرتی ہوئی دیکھیں۔اسے سراج منیر کی کرن سمجھ کر فدا ہونا چاہتے ہیں۔وہ تھوڑے ہوں تو بدر کا آئینہ دیکھتے ہیں۔وہ زیادہ ہوں تو فتح مبین کی فیض گستری تصور کرتے ہیں۔حق کہیں سے چمکے وہ دعوت کے بغیر حاضر ہوتے ہیں، بدی کہیں سے بھی ابھرے سچائیوں کا شعلہ جوالہ بن کر اس کا تعاقب کرتے ہیں۔ان کے مدرسے حق وحقیقت کی آماجگاہیں ہیں ذاتی جائیدادیں نہیں۔ ان کے روحانی زاویے زراکتسابی کی رصدگاہیں نہیں ہوتیں بلکہ ان کا مال "زرودیگل نہ کہ دردل" کی تاریخ رقم کرتا ہے۔اس مرتبہ سنی کانفرنس ایسے ہی جیالوں کے حوصلوں سے چمکی، جذبے جگمگائے، حالات کے دہکتے لمحے جب آتشیں سمندر بن گئے تو حوصلہ مند کارکنان کی امنگیں، ہمتیں اور جذبے ڈگمگائے نہ بھٹکے۔صراط مستقیم اللہ نے انہیں نصیب فرمائے رکھا۔

دوسرا طبقہ ان مولویوں کا ہے جن کے دل جیسے اللہ نے حسد کی آگ میں جلنے کے لئے پیدا کیے ہیں ان میں زیادہ تر مبغضین ہیں جن میں جمالیاتی حسوں کے سارے سرچشمے خشک ہو چکے ہیں۔جہاں کہیں دین کا کام ہونے لگے انہیں تکلیف ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ملت کو ان بزرگوں نے اپنے سفلی مقاصد کی خاطر بانٹ کر رکھ دیا ہے۔یہ لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی پر عمل کناں رہتے ہیں۔طاغوت کے ساتھ ان کے رشتے محکم اور مستحکم ہیں۔اقتدار کے ہر تاج کا نگینہ بننا ان کی میٹھی منزل ہوتی ہے۔اکتساب زر کا کوئی موقع یہ ضائع نہیں ہونے دیتے، مصلحت کلی کا تعویذ ہر وقت ان کے گلے میں پڑا رہتا ہے، نہ پڑھائیں نہ پڑھیں، نہ جماعت میں آئیں نہ جماعت میں کسی کو آنے دیں، ہر شیخ معظم نے اپنے اپنے حصے کے مزدور وقف کر رکھے ہیں جو کار تخریب نبھاتے ہیں۔اسلاف کی عظیم تاریخ کو ایسے ہی لوگوں نے وڈیروں اور دنیازادوں کے چرنوں میں لا کھڑا کیا ہے۔مصیبت کہیں سے پڑے انہوں نے بدنام جماعت اہل سنت کو کرنا ہوتا ہے، وہ ہر وقت جماعت سے باہر رہ کر جماعت کا احتساب کرتے رہتے ہیں۔حالانکہ ان سے پوچھا جا سکتا ہے:

آپ نے کبھی اپنا بھی احتساب کیا ________________؟

حضور نے کبھی اپنی سنگ زنی کی تاریخ کا مطالعہ بھی کیا __________؟

دین مبین کی خاطر آپ کے اپنے کام کی نوعیت کیا ہے __________؟

انہی پھکڑ بازوں اور نکموں نے اہل سنت کی تاریخ سیاہ کی۔مصیبت یہ ہے کہ سلطنت مسلک کے شہریار بھی یہی لوگ ہیں۔ہمارے سارے کام انہی بزرگوں کے دم قدم سے ہوتے ہیں

اہل سنت کا تیسرا طبقہ برف کے تہہ در تہہ تودوں کی طرح ہے۔پہاڑ ہوں یا صحرا، وادی ہو یا چمن ان کا مقدر جم کر جینا ہے۔یہ برفانی شاہراہ ہیں جس پر شیر قدم رکھے یا لومڑی یہ ہر نشان قبول فرماتے ہیں۔یہ اگر دھنک کے رنگ ہوں تو بھی زمینی حقائق سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ہر جماعت کے جلسوں کی زینت انہی نے بننا ہوتا ہے۔ہر سیاسی جماعت کو ووٹ انہوں نے ہی نذر کرنے ہوتے ہیں۔یہ خیرات کا مال ہیں جس کے ہاتھ لگ جائیں۔

اگر ہم اپنی خوش بختی سے نظریاتی استحکام اور عملی انقلاب کو مطمع نظر بنا لیں تو ہر گوشہ زندگی عطر المآب بن سکتا ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں دعا ہی ہو سکتی ہے:

مرے چاروں طرف ہے، رقص وحشت روک دے اس کو
مرے اندر جو دشمن بڑھ رہا ہے اس کو پسپا کر
مری بھیگی ہوئی پلکیں مخاطب ہیں تو بس تجھ سے
مری تقدیر کے تاریک غاروں میں اجالا کر دے

✿ ✿ ✿

درس حدیث

رسول اکرم ﷺ کا گستاخ واجب القتل ہے

مفتی محمد صدیق ہزاروی

عن عكرمه قال حدثنا ابن عباس ﷺ ان اعمىٰ كانت له ام ولد تشتم النبی ﷺ و تقع فيه فينهاها فلا تنتهی و يزجرها فل اتنزر جر قال فلما كانت ذات ليلة جعلت تقع فی النبی ﷺ وتشمه فاخذالمغول فوضعه فی بطنها واتكاء عليها فقتلها فوقع بين رجليها طفل فلطخت ماهناک بالام فلما اصبح ذكر للنبی ﷺ فجمع الناس فقال انشد الله رجلا فعل ما فعل نی عليه حق الا قام فقام الاعمىٰ يتخطی الناس و هو يتزلزل حتی قعد بين يدی النبی ﷺ فقال يارسول الله! انا صاحبها كانت تشتمک و تقع فيک فانهاهافلا تنتهی و ازجرها فلا تزوجر ولی منها ابنان مثل اللؤ لؤتين و كانت بی رفيقه فلما كان البارحة جعلت تشتمک و تقع فيک فاخذت المغول فوضعته فی بطنها واتكات عليها حتی قتلتها فقال النبی ﷺ الا اشهدوا ان دمها هدر

(سنن ابی داؤد جلد۲، ص ۲۵۱، کتاب الحدود باب الحکم فی من سب النبی ﷺ)

حضرت عکرمہ سے مروی ہے فرماتے ہیں ہم سے حضرت ابن عباس نے بیان کیا کہ ایک نابینا (صحابی) کی ام ولد (لونڈی) تھی جو رسول اکرم ﷺ کو گالیاں دیتی اور آپ کی گستاخی کرتی تھی انہوں نے اسکو روکا لیکن وہ باز نہ آئی انہوں نے اس کو جھڑکا وہ پھر بھی نہ رکی۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں ایک رات وہ رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے لگی اور آپ کو گالیاں دینے لگی تو اس نابینا صحابی نے برچھی پکڑی اور اس کے پیٹ پر رکھ کر اس پر چڑھ گئے اور یوں اس کو قتل کر دیا۔ اس عورت کے قدموں میں بچہ گر گیا اور وہاں ہر چیز خون میں لت پت ہو گئی۔ صبح ہوئی تو یہ واقعہ رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا گیا آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا میں اس شخص کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے یہ کام کیا ہے میرا اس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو چنانچہ وہ نابینا صحابی کھڑے ہوئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اور کانپتے کانپتے رسول اکرم ﷺ کے سامنے جا بیٹھے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ کام میں نے کیا ہے وہ عورت آپ کی توہین کرتی اور آپ کو گالیاں دیتی تھی میں اس کو روکتا لیکن وہ نہ رکتی میں اس کو جھڑکتا وہ پھر بھی باز نہ آتی اور اس سے میرے دو موتیوں جیسے (خوبصورت) بیٹے ہیں اور وہ میرے ساتھ بہت موافق اور رفیق تھی۔ گزشتہ رات وہ آپ کو گالیاں دینے اور آپ کی شان میں گستاخی کرنے لگی تو میں نے برچھی لے کر اس کے پیٹ پر رکھی اور اس کے اوپر چڑھ گیا حتی کہ میں نے اس کو قتل کر دیا۔ رسول اکرم ﷺ نے (حاضرین سے) فرمایا: سنو! (اور) گواہ ہو جاؤ اس عورت کا خون مباح ہے۔

یہ حدیث کئی مسائل پر مشتمل ہے جب کہ اس کا مرکزی موضوع یہ ہے کہ گستاخ رسول ﷺ واجب القتل ہے اس کا خون قیمتی نہیں کہ اس کا قصاص لیا جائے بلکہ اس کا خون بہانا اور اسے قتل کرنا جائز ہے اور اس کے قاتل کو کوئی سزا نہیں دی جائے گی بلکہ وہ شخص غیرت ایمانی اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت و شرف اور عظمت کی لازوال دولت سے مالا مال ہوتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا محبوب اور ملت اسلامیہ کی آنکھوں کا تارا بن جاتا ہے۔

حدیث شریف میں لفظ ''ام ولد'' استعمال ہوا۔ ام ولد وہ لونڈی ہوتی تھی جس کے بطن سے اس کے مولیٰ (مالک) کی اولاد پیدا ہو۔ ام ولد اپنے مولیٰ کے مرنے کے بعد خود بخود آزاد ہو جاتی تھی۔

''شتم'' گالی گلوچ کو کہتے ہیں اور ''تقع فيه'' کا معنی آپ ﷺ کی ذات کو موضوع سخن بنا کر بے ہودہ اور گستاخانہ کلمات کہتی تھی۔

''زجر'' جھڑکنے کو کہتے ہیں جس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ شخص جس کو جھڑکا گیا ہے وہ اپنی اس حرکت سے باز آئے جس پر اس کو جھڑکا گیا۔ اس لئے ''يزجرها'' کا معنی یہ ہے کہ وہ صحابی اس کو جھڑکتے تھے اور ''لاتنزجها'' کا معنی یہ ہے کہ وہ اس جھڑک کو قبول نہیں کرتی تھی کیونکہ زجر کا نتیجہ ''انزجار'' (رک جانا) ہے جس طرح کہتے ہیں ''قطع فانقطع'' اس نے کاٹا پس وہ چیز کٹ گئی یعنی اس چیز نے کاٹنے والے کے عمل کو قبول کیا لیکن اس واقعہ میں اس لونڈی نے زجر سے فائدہ حاصل کر کے توبہ نہ کی۔

حدیث شریف میں اس نابینا صحابی کے تین عمل بالترتیب ذکر کیے گئے۔ پہلے مرحلے میں انہوں نے روکا اور سمجھایا دوسرے مرحلے میں ڈانٹ ڈپٹ کی کہ محض سمجھانا کارگر ثابت نہ ہوا تو خیال آیا کہ شاید ڈانٹ ڈپٹ کی وجہ سے وہ اپنی حرکت سے باز آ جائے اور جب یہ دوسرا طریقہ بھی موثر نہ ہوا تو آخری صورت اختیار کی گئی اور وہ اس کا قتل تھا کیونکہ وہ گستاخ رسول تھی۔

اس سے پتہ چلا کہ راہ مستقیم سے بھٹکنے والے کو پہلے حکمت عملی اور دانائی کے ساتھ سمجھانا چاہیے، مان جائے تو بہتر ورنہ ذرا سختی اختیار کی جائے اور اگر اس سے بھی کام نہ چلے تو قتل کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، کیونکہ گستاخ رسول کو اس پاک زمین پر رہنے کا کوئی حق نہیں لیکن یہ بات بھی یاد رہے کہ قتل کی سزا ہر مجرم کے لئے نہیں ہے بلکہ مرتد اور گستاخ کیلئے یہ سزا ہے۔ البتہ شادی شدہ زانی اور قصداً قتل کرنے والے کو بھی قتل کیا جاتا ہے زانی کو سنگسار کرنے کا حکم ہے جبکہ قاتل کو مقتول کے ورثاء معاف نہ کریں تو حکومت وقت قتل کرے گی کسی دوسرے شخص کو قانون

ہاتھ میں لینے کا اختیار نہیں چاہے زنا کی سزا رجم ہو یا قتل کا قصاص۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی نے گستاخان رسول ﷺ کو بار بار خطوط لکھ کر ان کی کفریہ عبارات پر متنبہ کیا اور اتمام حجت کے تمام شرعی اصولوں کو اختیار فرمایا تاکہ یہ لوگ توبہ کر کے عذاب جہنم سے بچ جائیں اس کے بعد فرمایا "یہ اخیر دعوت ہے اس پر بھی آپ سامنے نہ آئے تو الحمد للہ میں فرض ہدایت ادا کر چکا۔ آئندہ کسی غوغے پر التفات نہ ہو گا، منوا دینا میرا کام نہیں۔ اللہ عزوجل کی قدرت میں ہے۔ (انوار رضا ص ۱۵)

یعنی جس طرح اس نابینا صحابی نے پہلے سمجھانے اور جرم پر متنبہ کرنے کی کوشش کی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی راہ اختیار کی اور بالآخر اپنا شرعی فرض ادا کیا اور عرب وعجم کے علماء سے شرعی فیصلہ حاصل کیا اور کفریہ عبارات پر فتویٰ صادر فرمایا۔

اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اصلاح کی گنجائش باقی رہنی چاہیے اور گم گشتگان راہ کو حتی الامکان سمجھانے کی کوشش کی جائے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم اور واضح ہو جاتی ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کتنا ہی قریبی اور محبوب کیوں نہ ہو، رسول اکرم ﷺ کی عزت و حرمت کے مقابلے میں تمام محبتیں ہیچ ہیں۔

وہ لونڈی اس صحابی کے حق میں اچھے سلوک کی مالک تھی ان کے درمیان کوئی جھگڑا اور اختلاف نہیں بلکہ جس طرح انہوں نے فرمایا "وکانت بی رفیقة" لفظ رفیقہ یا رفیق کا مادۂ اشتقاق رفق ہے جس کا معنی نرمی ہے۔ اسی طرح وہ لونڈی ان نابینا صحابی کے دو خوبصورت بچوں کی ماں بھی تھی گویا ان کے لئے اس کے قتل کی کوئی دوسری وجہ نہ تھی لیکن اس کے قتل کی سب سے بڑی وجہ رسول اکرم ﷺ کی گستاخی تھی اور رسول اکرم ﷺ سے محبت، آپ کی تعظیم اور احترام ایمان کی بنیاد ہے اس لئے انہوں نے اس کے ساتھ اپنے اچھے تعلقات اور خوبصورت بچوں کی ماں ہونے کو بھی نظر انداز کر کے غیرت ایمانی اور اپنے کامل مؤمن ہونے کا ثبوت دیا۔ اس سلسلے میں حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد گرامی ایمان و ایقان کے در بیچے وا کرتا ہے، فرماتے ہیں:

جس سے اللہ اور رسول اکرم ﷺ کی شان میں ادنیٰ توہین پاؤ پھر وہ تمہارا کیسا ہی پیارا کیوں نہ ہو، فوراً اس سے جدا ہو جاؤ، جس کو بارگاہِ رسالت میں ذرا بھی گستاخ دیکھو وہ کیسا ہی بزرگ معظم کیوں نہ ہو اپنے اندر سے دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکو۔ (وصایا شریف)

صحابہ کرام ﷺ کے نقش قدم پر چل کر بحر محبت رسول ﷺ میں گم ہو جانے اور گستاخان رسول ﷺ سے نفرت کرنے اور کسی رشتہ داری کو خاطر میں نہ لانے کی یہ دولت امام اہل سنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو خالق کائنات کی طرف سے ودیعت ہوئی تھی اور آپ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے قافلہ سالار رہیں۔

رسول اکرم ﷺ کی گستاخی کی مختلف صورتیں اور ان کے احکام، صحابہ کرام کو سب وشتم کرنے اور قرآن مجید یا اسلام کی توہین کے حوالے سے جناب قاضی عیاض مالکی اندلسی علیہ الرحمہ نے اپنی معروف زمانہ تصنیف "الشفا" میں تفصیلی بحث کی ہے جس کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔

البتہ ایک بات واضح ہے کہ گستاخ رسول کو قتل کیا جائے، آپ فرماتے ہیں:

"اللہ عزوجل نے اپنی کتاب (قرآن مجید) میں حضور ﷺ کو اذیت وتکلیف پہنچانا حرام قرار دیا ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی حضور ﷺ کی تنقیص شان کرے یا آپ ﷺ پر سب وشتم کرے اسے قتل کر دیا جائے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

"ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنھم اللہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذابا مھینا" (سورۃ احزاب، آیت ۵۷)

بے شک وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو اذیت پہنچاتے ہیں دنیا اور آخرت میں ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (شفا شریف، جلد ۲، ص ۲۸۵)

✿ ✿ ✿

شاہِ جیلان

قاضی عبدالنبی کوکب

ولادت، مولد، خاندان، شیرخوارگی:

شمالی فارس میں بحیرہ خزر (کسپین) کے جنوبی ساحل پر گیلان نام کا ایک زرخیز صوبہ واقع ہے۔ اس صوبے کی ایک بستی کو ۴۷۰ھ میں جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مولد بننے کا شرف حاصل ہوا۔

والدین:

آپ کے والد ماجد حضرت ابوصالح موسیٰ جنگی دوست حسنی سادات میں سے تھے۔ والدہ نہایت متقیہ اور طاہرہ خاتون تھیں۔ ان کا تعلق حسینی خاندان سے تھا۔

خاندان:

یہ خاندان پارسائی اور ہدایت کی رو سے معروف چلا آتا تھا شیخ کے نانا عبداللہ صومعی مشہور ولی تھے۔ سمرقند کے جنگلوں میں ایک قافلے نے آپ کی برکات سے، قزاقوں سے نجات پائی۔

پھوپھی:

سیدہ عائشہ جیلان کی بڑی پارسا، خاتون تھیں وہ حضرت شیخ کی پھوپھی تھیں۔ ان کی خدمت میں لوگ بارش کی دعا کے لئے حاضر ہوئے۔ سیدہ عائشہ نے اپنے صحن میں جھاڑو دے کر آسمان کی طرف دیکھا اور عرض کی:

"یارب انی کنست فرش انت"

"پروردگار! جھاڑو میں نے دے، دیا بارش تو برسا دے"

چنانچہ جب لوگ گھروں کو لوٹے تو ان کے کپڑے بھیگ چکے تھے۔

شیرخوارگی:

ان پاک صلبوں اور پاک شکموں کے اثرات خیر کا کرشمہ تھا کہ شیرخوارگی میں ہی آپ کو غیر معمولی شعور حاصل تھا۔ رمضان میں دودھ نہ پینے کی روایت اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

بچپن:

فطرتاً آپ کو کھیل کود سے لگاؤ نہ تھا۔ نہایت چھوٹی عمر میں علم کی طرف راغب ہو چکے تھے۔ ایک مرتبہ گلی میں لڑکوں نے روک لیا کہ آؤ ہمارے ساتھ مل کر کھیلو۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا! میں کہتا ہوں کہ "لا الہ" تم کہنا "الا اللہ" چنانچہ گلی میں کلمے کا ذکر بلند ہوا اور بستی والے معصوم بچوں کے نرالے کھیل پر حیران رہ گئے۔

ابتدائی تعلیم:

جناب شیخ کے بچپن اور ابتدائی طالب علمی کے حالات بالتفصیل نہیں ملتے۔ ایک سیرت نگار لکھتا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ والد، آپ کی ابتدائے عمر میں ہی فوت ہو چکے تھے۔ اس لئے کہ تربیت کے سلسلے میں ان کا ذکر نہیں آتا۔ تاہم دس سال کی عمر تک گھر کی ابتدائی تعلیم سے فارغ ہو کر بستی کے مکتب میں داخل ہو چکے تھے۔ اٹھارہ برس کے ہوئے تو دل میں علوم عالیہ کے لئے ولولے اٹھنے لگے۔ جن کے لئے بغداد جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا والدہ سے اجازت طلب کی۔ وہ بڑی فاضلہ اور صاحب بصیرت خاتون تھیں۔ ابتدائی تعلیم انہی کی کوشش اور نگرانی میں مکمل ہوئی تھی۔ دل میں بچے کے اس دینی شوق پر بہت مسرور ہوئیں مگر شفقت مادری سے آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ فرمایا: "بیٹا! شوق سے جاؤ یہ دینار تمہارے والد نے تمہارے لئے چھوڑے ہیں۔ یہ زادِ راہ کے لئے لے لو علم میں ہمہ تن مشغول ہو جانا اور مجھے یاد نہ کرنا کیونکہ اس دنیا میں اب ہماری ملاقات نہیں ہو سکے گی۔"

یہ الفاظ سن کر سعید و نجیب بیٹا، باچشم نم، سفر کی تیاری کے لئے اٹھا۔ آخر میں اس پاک ماں نے وصیت کی "کہ ہر معاملہ کی بناء راستی پر رکھنا" جناب شیخ اس آخری فقرے کو عمر کی کسی منزل میں نہ بھولے اور اس وقت بھی نہ بھولے، جب وادی ہمدان میں ڈاکوؤں نے آپ کو نرغے میں لے رکھا تھا۔

ورود بغداد، ۴۸۸ھ:

جناب شیخ ۴۸۸ھ کے سفر میں بغداد وارد ہوئے۔ یہ شہر عباسیوں کا دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے علوم وفنون کا بہت بڑا مرکز تھا۔

نظامیہ:

یہاں کی شہرۂ آفاق اسلامی درسگاہ نظامیہ، دنیا بھر کے طلباء کا مرجع تھی۔ شیخ بھی اسی دارالعلوم میں داخل ہوئے حضرت شیخ کی طالب علمی کا زمانہ، مشکلات وموانع سے بھر پور نظر آتا ہے۔ انہی ایام میں بغداد شہر میں ایک بڑا خوفناک قحط پھیل گیا۔

قحط:

غالباً سعدی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کا ذکر کرتے ہیں اور خود جناب شیخ نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے۔ طلباء اور فقراء کو ان ایام میں سخت دقت در پیش تھی۔

زمانہ قحط کے واقعات:

شیخ کہتے ہیں "ایک دن مسلسل بھوک سے تنگ آ کر ایوان کسریٰ کی طرف نکل گیا کہ شاید کوئی کھانے کی چیز میسر آ جائے۔ مگر ستر (۷۰) درویشوں کو اسی حالت میں دیکھ کر چپ چاپ واپس چلا آیا"۔

ایک دفعہ بھوک سے بے تاب ہو کر، ایک مسجد میں داخل ہوئے، وہاں ایک شخص روٹی سالن لئے بیٹھا تھا، اس نے شیخ کی حالت محسوس کر لی اور کھانے کے لئے بلایا، باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ شخص بھی جیلانی تھا۔ شیخ کی والدہ نے شیخ کے لئے ایک رقم اس کے ہاتھ بھیجی تھی مگر یہاں آ کر وہ ان ہی پیسوں کو خرچ کرنے پر مجبور ہو گیا تھا اور یہ کھانا بھی اسی میں سے تھا۔

اسی طرح ایک مرتبہ فرط جوع سے دریا کے کنارے پر گئے تا کہ درختوں کے پتے کھا کر پیٹ بھریں مگر وہاں ہر جگہ ہر درخت کے گرد درویشوں اور طالب علموں کے ہجوم لگے تھے۔ چنانچہ واپس مسجد میں آ کر لیٹ رہے۔ ان واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس خوفناک قحط کے یہ ایام کس قدر حوصلہ شکن تھے۔ مگر شیخ کے علمی اشتیاقات میں کوئی فرق نہ پڑا بلکہ عادی عوارض روحانی اشواق کے لئے مہمیز ثابت ہوئے ہے۔

ان آبلوں سے پاؤں کے گھبرا گیا تھا میں
جی خوش ہوا ہے راہ کو پر خار دیکھ کر

طالب علمی کے دیگر حالات:

یوں معلوم ہوتا ہے کہ نظامیہ کے علاوہ کسی دیگر پرائیویٹ درسگاہ میں بھی جاتے تھے۔ قلائد الجواہر کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آپ طلباء فقہ کے اصرار پر ان کے ساتھ چندہ لانے والے گروہ میں شامل ہو کر یعقوبا گاؤں کی طرف گئے۔ یہاں شریف یعقوبی ایک خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ شیخ ان کی ملاقات کو گئے۔ انہوں نے کہا "بیٹا! مریدان حق مانگا نہیں کرتے" چنانچہ آپ فوراً واپس چلے آئے اور پھر دوبارہ کبھی چندے کے لئے نہ گئے۔

سبق یاد کرنا:

مدرسہ کے اوقات کے علاوہ، اسباق یاد کرنے کے لئے آپ کی دو نشست گاہوں کا ذکر ملتا ہے یعنی کبھی تو آپ شہر سے باہر ایک جنگل میں چلے جاتے اور بعض اوقات بغداد کے ایک بیرونی محلہ قطعہ شرقیہ میں تشریف لے جاتے، جہاں ایک مسجد میں بیٹھ کر کام میں مصروف رہتے۔

مدت تحصیل:

خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے بیان کے مطابق، جناب شیخ کا زمانہ تحصیل سات برس ہے مگر یہ صرف نظامیہ بغداد میں تعلیم پانے کا زمانہ ہے۔ اس سے پیشتر جیلان میں اگر تعلیم کی ابتداء کم سے کم دس برس کی عمر سے مان لی جائے تو بھی کل زمانہ تعلیم 15 سال بنتا ہے۔

بغداد کی تعلیم:

سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "بغیۃ الوعاۃ" میں لکھتے ہیں کہ بغداد میں شیخ نے دینیات کے علوم عالیہ حاصل کئے سب سے پہلے قرآن کی طرف متوجہ ہوئے۔ تجوید وقرات کے علوم کی تکمیل کی پھر تفسیر پڑھی، علی ہذا القیاس فقہ واصول فقہ، حدیث واصول حدیث نیز ادبیات عربیہ کے علوم کی تمام شاخوں میں عبور حاصل کیا اور اپنے اقران سے بہت فائق ہو گئے۔

تکمیل علوم:

اس طرح ۴۹۵ھ میں پچیس برس کی عمر میں آپ علوم ظاہر کی تکمیل سے فارغ ہو گئے۔

باطن کی طرف رجوع:

علم کے بعد تزکیہ نفس کی از حد ضرورت ہوتی ہے ورنہ علمی کمالات راہ حق کے حجابات بھی بن جایا کرتے ہیں۔ شیخ نے اس سلسلے میں شروع سے ہی طبعی اور فطری مناسبت پائی تھی تاہم بغداد کی زندگی نے اس ذوق کو مزید ابھارا اور بالآخر منزل سے ہمکنار کیا۔

خلوت اور مشائخ کی صحبت:

''قلائد الجواہر کا بیان ہے کہ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد شیخ نے خلوت گزینی کا ارادہ کر لیا اس عہد کا بغداد ایک بین الاقوامی شہر تھا۔ جہاں مختلف اقوام اور مذاہب کے لوگ آباد تھے۔ خلافت کے سیاسی اضمحلال کے باعث، دیگر مذاہب، اسلام کے خلاف فتنہ آرائیوں میں سرگرم رہتے۔ دوسری طرف عوام پر دنیادارانہ زندگی کا رجحان زیادہ غالب تھا۔ ظاہر ہے کہ اس ماحول میں ایک ایسے نیک دل جوان کا جی نہیں لگ سکتا تھا جس کی تربیت خدا والوں کی آغوش میں ہوئی تھی اور اب وہ اسلامی تعلیمات سے بھی آگاہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ ایک دن قرآن حکیم شانے سے باندھ کر، بغداد سے باہر ویرانوں کا رُخ کر لیا مگر راستے میں اچانک ایک دھکا سا لگا، ساتھ ہی آواز آئی ''واپس لوٹ جاؤ تم سے مخلوق کو فائدہ ہوگا'' یہ غیبی آواز سن کر شیخ واپس تو آ گئے۔ مگر دل میں اضطراب کا ہجوم تھا۔ دعا کی ''اے کاش کسی مردِ خدا سے ملاقات ہو جائے''۔

شیخ حماد:

دوسرے دن شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے از خود بتایا کہ تم نے کل خدا سے ایک دعا مانگی تھی۔ گویا اشارہ تھا کہ دعا قبول ہو گئی ہے۔ اس دن سے آپ نے شیخ حماد کی صحبت اختیار کر لی۔ شیخ موصوف بعض اوقات بے اعتنائی ظاہر کرتے مگر یہ مرید کے اشتیاقات کی آزمائش ہوتی تھی۔ شیخ حماد کی صحبت میں آپ نے ایک طویل عرصہ تک اکتسابِ فیض کیا۔

قاضی ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی ابو سعید مخرمی رحمۃ اللہ علیہ۔ بغداد کے جید عالم اور معروف ولی اللہ تھے۔ شیخ نے ان سے ظاہر و باطن ہر دو طریق میں استفادہ کیا اور خرقہ طریقت بھی ان کے دستِ مبارک سے پہنا۔

مجاہدات کا دور:

پچیس برس کی عمر سے خلوت اور ریاضت کا دور شروع ہوا جو پچاس برس کی عمر یعنی پورے پچیس سال تک جاری رہا۔ مشائخ و عارفین سے تعلقات اور ان سے حصول فیض کا زمانہ بھی اسی میں شامل ہے کیونکہ سوانح نگاروں نے مشائخ کی صحبت کا عہد الگ کر کے بیان نہیں کیا۔ خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے مشہور قصیدے میں ریاضت کا زمانہ پچیس سال ہی بتلایا ہے اور بہجۃ الاسرار صفحہ ۸۵ پر خود آپ کا قول بھی اس کی تائید کرتا ہے'' میں پچیس سال عراق کے صحراؤں میں رہا۔ اس کیفیت سے کہ نہ میں کسی کو جانتا تھا اور نہ مجھے کوئی جانتا تھا۔

خوش زمزمہ گوشہ تنہائی خویشم

از جوش و خروش گل و بلبل خبرم نیست

اسرار و عجائب:

اس زمانے میں وہ ایام بھی شامل ہیں۔ جو برج عجمی اور محلات کسریٰ کے کھنڈروں میں گزرے۔ خلوت کے ان دنوں میں لاتعداد اسرار و عجائب، آپ کے مشاہدے میں آتے رہے۔ جناب خضر سے ملاقات ہوئی۔ جنات متشکل ہو کر سامنے آتے۔ ابلیس کا واقعہ نقطہ مشہورہ بھی اسی دور سے متعلق ہے۔ ان واقعات کی تفصیل مطولات میں موجود ہے۔

جناب شیخ کا ایک خاصہ ہر دور میں یہ رہا ہے کہ جس شعبے سے انہوں نے تعلق قائم کیا اسے تکمیل کے نقطۂ آخر تک پہنچا کر چھوڑا۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء چنانچہ ریاضات اور تجرد کے دور میں بھی شیخ رحمۃ اللہ علیہ ایسی ایسی دشوار گزار راہوں سے ہو کر گزرے کہ جن کا بیان تک مشکل ہے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے۔

''ریاضیات، مجاہدات اور نفس کشی کا کوئی طریق ایسا نہ تھا جسے میں نے باقی چھوڑ دیا ہو۔ میں گونگا اور مجنون مشہور ہونے لگا تھا۔''

مری دیوانگی عقل و خرد سے لاکھ اچھی ہے

کہ دنیا کی زبان مجھ کو ترا دیوانہ کہتی ہے

سال ہا سال تک راتیں جاگتے رہے اور ایک ایک نشست میں قرآن حکیم ختم کر دیتے۔ اس دور کے آخرم ایام آپ نے برج عجمی میں گزارے اور بالآخر یہیں یہ کٹھن سفر انتہاء پذیر ہوا۔

خرقہ پہنایا گیا:

ابو العباس احمد بغدادی لکھتے ہیں ایک مرتبہ جناب شیخ بغیر آب و خور چالیس روز تک برج عجمی (بغداد سے باہر ہے) میں بیٹھے رہے حتیٰ کہ نفس ''الجوع الجوع'' پکارنے لگا۔ اسی دوران میں قاضی ابو سعید تشریف لائے اور اپنے مکان پر آنے کا کہہ کر چلے گئے جب شیخ، ان کے مکان پر گئے تو قاضی صاحب موصوف نے پہلے پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اور پھر خرقہ مبارکہ طریق معہود کے مطابق پہنا دیا۔ اس وقت شیخ کی عمر مبارک

پچاس سال کی تھی۔

سلسلہ خرقہ طریقت:

خرقہ طریقت کا سلسلہ مبارک حسب ذیل ہے:

(۱) شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (۲) قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمی رحمۃ اللہ علیہ
(۳) شیخ ابوالحسن علی بن محمد قریشی رحمۃ اللہ علیہ (۴) شیخ ابوالفرج طرسوسی رحمۃ اللہ علیہ
(۵) شیخ ابوالفضل عبدالواحد تمیمی رحمۃ اللہ علیہ (۶) شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ
(۷) شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (۸) شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
(۹) شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰) شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ
(۱۱) حضرت حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲) شیخ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
(۱۳) امیر المومنین امام الصالحین حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم (قلائد صفحہ ۶)

تبلیغ وتدریس

پہلا وعظ:

خرقہ طریقت پہننے کی رسم مبارک سے فارغ ہوکر حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ العزیز نے تبلیغ کے مسند پر قدم رکھا اور شوال ۵۲۱ھ میں پہلا وعظ فرمانے کے لئے مشرقی بغداد کے محلہ حلبہ برانیہ میں ایک اجتماع کے سامنے کرسی پر بیٹھے۔ وعظ سے پیشتر جناب سرورِ کائنات علیہ الصلوٰت والتحیات اور شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ شیخ عرض گزار ہوئے "حضور! بغداد میں عرب کے فصحاء موجود ہیں وعظ کیسے کہوں گا؟ اس پر شہنشاہ اقلیم رسالت نے فرمایا بیٹا منہ کھولو اور سات بار لعاب دہن عطا فرمایا پھر شاہ حریم ولایت نے بھی چھ بار لعاب ڈالا۔

آب حیات جاوداں کے ان مقدس سرچشموں سے فیضیاب ہوکر جناب شیخ نے وعظ کیا تو یوں معلوم ہوتا تھا جیسے بستی کے در و دیوار تک ذکر و انابت کی کیفیتوں میں گم تھے۔ وعظ کی مقبولیت کا یہ عالم ہوا کہ کثرت سامعین کے پیش نظر شہر سے باہر عیدگاہ میں اجتماعات منعقد ہونے لگے۔ حاضرین کی تعداد ساٹھ ستر ہزار تک ہو جاتی۔ عوام کے علاوہ عراق کے علماء وصوفیا تک شریک ہوتے۔

طریق وعظ:

مجلس وعظ کے لئے ایک قاری کا تعین کر دیا گیا تھا جن کا نام شریف ابوالفتح ہاشمی تھا۔ وعظ سے پہلے وہ قرآن حکیم کے اس مقام کی تلاوت کرتے جس پر آپ نے کچھ فرمانا ہوتا تھا۔ جب گفتگو شروع کر دیتے تو محفل پر رعب سکوت طاری ہوتا۔ صدہا اہل علم اپنی کاپیوں پر، جواہر پارے نوٹ کرتے جاتے اور لاتعداد عوام وخواص جذب وتاثیر سے بے خود ہو ہو جاتے۔

وعظ کی تاریخیں:

ہفتے میں صرف تین دن وعظ کے لئے مقرر تھے اتوار کی صبح کو خانقاہ میں وعظ فرماتے پھر منگل کی شام اور جمعہ کی صبح کو مدرسہ میں اجتماع ہوتا تھا۔

مدت وعظ:

آپ کی یہ تبلیغی خدمت، ۵۲۱ھ سے شروع ہوکر ۵۶۱ھ یعنی پورے چالیس سال تک جاری رہی اس عظیم القدر تبلیغی دور پر دوسرے حصے میں مفصل گفتگو کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

تدریس:

وعظ کے زمانے کے ساتھ ساتھ، علوم اسلامیہ کی تدریس کا دور بھی شامل ہے۔ قاضی ابوسعید مخرمی رحمۃ اللہ علیہ مدت سے ایک دینی دارالعلوم قائم کئے ہوئے تھے جو بغداد میں "باب الازج" کے پاس واقع تھا۔

دارالعلوم:

قاضی صاحب موصوف شیخ کے استاد اور مرشد بھی تھے۔ اپنے اس فاضل تلمیذ کی علمی و روحانی صلاحیتیں دیکھ کر، اپنا مدرسہ ان ہی کے سپرد کر دیا۔ جونہی مدرسہ شیخ کی طرف منسوب ہوا تو طلباء کے بے پناہ ہجوم سے آس پاس کے رستے بند ہونے لگے۔

محفل میں پیر مغاں نے جب رخسار سے گیسو سرکائے

وسیع عمارت:

چنانچہ دارالعلوم کی توسیع کے لئے ایک عمارت کی بنیاد رکھی گئی۔ جو ۵۲۸ھ میں مکمل ہوئی۔ اسی سن سے جناب شیخ نے باضابطہ تعلیم و تدریس کا کام شروع کیا۔ آپ کے مدرسے میں تیرہ علوم کے اسباق ہوتے تھے بغداد اور عراق کے علاوہ دیگر اسلامی ممالک کے طلبا بھی داخل تھے۔

مدت تدریس:

گو آپ نے تعلیم کے کام کا آغاز ۵۲۸ھ سے پہلے ہی کر دیا تھا۔ تاہم اگر اس دور کی ابتدا اسی سن سے مان لی جائے تو بھی ۵۶۱ھ تک ۳۲، ۳۳ سال کا عرصہ بنتا ہے اس طویل دور کی عدیم المثال خدمات کی داستان کتاب کے دوسرے حصے میں ملاحظہ فرمایئے۔

وفات:

شیخ ابوالقاسم احمد بغدادی کا بیان ہے کہ ۵۶۰ھ کے رمضان میں حضرت بیمار ہو گئے۔ رمضان کی ۲۹ تاریخ تھی۔ میں، شیخ عبدالقاہر سہروردی اور دیگر مشائخ حاضر تھے کہ اچانک اشارہ سا ہوا جیسے کوئی کہہ رہا تھا "اے اللہ کے ولی! میں آپ سے جدا ہو رہا ہوں اور یہ میری آخری ملاقات ہے" دراصل یہ آواز رمضان مبارک کی طرف سے تھی۔ چنانچہ دوسرے سال کا رمضان آپ نے نہ دیکھا یعنی ربیع الآخر ۵۶۱ھ میں اپنے اللہ کو پیارے ہو گئے اور دنیائے اسلام اپنے ایک بہت بڑے ہیرو کے لئے سوگوار رہ گئی۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ ایک روایت کے مطابق تاریخ وفات ۱۱ ربیع الآخر ہے۔ (تاریخ وفات کے بارے میں ۸ ربیع الآخر، ۱۰، ۱۱، ۱۳، ۱۷ اور ۱۷ کی مختلف روایات موجود ہیں بغداد میں غالباً ۱۷ تاریخ کو عرس منایا جاتا ہے مگر ہمارے علاقوں میں ۱۱ کو یوم وفات قرار دیا گیا ہے۔ قلائد الجواہر کے صفحہ ۱۴۴ پر شیخ محمد یحییٰ حنبلی نے ابن النجار کا ایک قول پیش کیا ہے جس کی رو سے ۱۱ تاریخ کو ترجیح دی گئی) اس مصرعہ میں ولادت اور وفات دونوں تاریخوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔ "جاء فی عشق و مات فی کمال" کلمہ عشق کے عدد چار سو ستر ہیں یہ تاریخ ولادت ہے لفظ کمال کے اکانوے ہیں اور یہ عمر شریف ہے۔

حضرت خواجہ بختیار کے نزدیک حضرت کی عمر مبارک نوے سال ہے انھوں نے چند اشعار میں عمر مبارک کی مقدار اور اس کے مختلف ادوار کا نقشہ بڑی عمدگی سے کھینچا ہے وہ اشعار یہ ہیں:

نود سال حیاتش بود ، تفصیلش ز من بشنو
بہ ہژدہ سال از جیلاں بہ بغداد آمدہ دانی
پئے تحصیل علمی ہفت سال اندر شمار آمد
بہ نسبت ، پنج سالش انقطاع از خلق ربانی
چہل سالہ بہ دعوت سوئے حق خواندن خلائق را
حساب عمر ایشاں بود من گفتم بہ آسانی

(ترجمہ) آپ کی عمر مبارک نوے سال تھی جس کی تفصیل یوں ہے، ۱۸ سال کی عمر میں جیلان سے بغداد تشریف لائے اور بغداد میں ۷ سال تک علوم ظاہری کی تکمیل میں مصروف رہے بعد ازاں پچیس سال خلوت اور ریاضت میں گذرے پھر چالیس سال تلوق خدا کی ہدایت میں صرف کئے حضرت کی عمر کا یہ میزان ہے جو میں نے بہت سہولت سے سمجھا دیا۔

۱۸	سال	جیلان میں
۷	سال	بغداد میں
۲۵	سال	تلاش حق کے لئے خلوت و تجرد میں
۴۰	سال	وعظ و تبلیغ، تدریس و تعلیم میں
کل عمر مبارک	۹۰ سال	

اخلاق و عادات:

اولیاء اللہ کی زندگی کا سب سے محبوب پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے اخلاق کی داستان سن کر رسول اللہ ﷺ کے اخلاق کریمانہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کیونکہ یہ لوگ اپنی عادات کو "سنن نبویہ" کے پرتو سے منور کر چکے ہوتے ہیں حتیٰ کہ اکثر اکابر صوفیا فرما گئے ہیں کہ "دراصل سنت نبوی کی اتباع ہی کا نام ولایت ہے"

اب اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے ممدوح جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو گروہ اولیاء کے سرتاج ہیں، مقام اخلاق میں، حضور سرور عالم ﷺ کے نقوش پا سے کس قدر قریب ہوں گے۔

جناب شیخ کے حالات پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل جیسے محبت الٰہی کی لذتوں سے سرشار تھا۔ اسی طرح مخلوق خدا کی خدمت کے جذبے سے بھی معمور تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی ساری زندگی غرباء، فقراء، اور طلباء کی صحبتوں میں گذری۔ مقبولیت اور عظمت کا یہ عالم تھا کہ شہر سے گذرتے تو گلی کوچوں میں مرد وزن ہجوم کئے ہوتے اور بازاروں میں لوگ دکانوں سے اتر کر قطار بستہ کھڑے ہو جاتے، شہر کے امراء، کبراء قدم بوسی کو ترستے رہتے مگر آپ غریبوں اور کمزوروں کو نوازتے، ناداروں اور مسکینوں کے پاس بیٹھتے، سفر پر جاتے تو غرباء کی جھونپڑیوں میں قیام پذیر ہوتے اور رؤساء کی آرزوں کے باوجود ان کے محلات کا رخ نہ کرتے۔

واقعہ:

ایک مرتبہ سفر حجاز کے لئے تشریف لے گئے۔ خلف صالح شیخ عبدالرزاق ساتھ تھے۔ وہ فرماتے ہیں جب ابا جان کی سواری مقام حلہ پر پہنچی تو آپ نے ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا چنانچہ بستی کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے ویرانے کا رخ کرلیا چند قدم چلے ہوں گے کہ ایک اونی خیمہ نظر آیا جہاں ایک بوڑھا، ایک بڑھیا، اور ایک لڑکی سکونت پذیر تھے۔ ابا جان نے اس بوڑھے مرد سے اجازت لی اور ہمارا قافلہ جنگل میں ان کے خیمے کے ساتھ فروکش ہوا اب ادھر حلہ کی ساری بستی میں حضرت کی آمد کی خبر پھیل چکی تھی۔ چند لمحے گذریں ہوں گے کہ بستی کے بڑے بڑے متمول لوگ حاضر خدمت ہونے لگے اور اصرار کرنے لگے کہ بستی میں چل کر ہمارے ہاں قیام فرمایئے مگر آپ نے کسی کی درخواست منظور نہ فرمائی۔

جب لوگوں کو یقین ہوا کہ حضرت اسی جھونپڑی میں ٹھہریں گے۔ تو آس پاس کی بستیوں سے نیاز مند گروہ در گروہ تحائف وہدایا لے کر حاضر خدمت ہونے لگے۔ حضرت تحائف وصول فرماتے اور جھونپڑی والوں کو دیتے جاتے حتیٰ کہ صرف مویشیوں کی تعداد اتنی ہوگئی کہ جنگل میں دور تک گلے چرتے نظر آرہے تھے اس طرح سرکار غوثیت مآب کے فیض قدم سے اس کنبہ کے نادار بستی کے بڑے بڑے مالداروں سے زیادہ صاحب ثروت ہوگئے۔

آئے وہ اور جمال دکھا کر چلے گئے
خوابیدہ زندگی کو جگا کر چلے گئے

محتاجوں کی مدد:

ضرورت مندوں کی مدد فرماتے محتاجوں کی حاجت پوری کر دیتے۔ ایک خستہ حال مسافر دروازے پر آکر کھڑا ہوگیا آپ نے دریافت فرمایا "میاں کیوں پریشان ہو؟ اس نے عرض کی" میں مسافر ہوں پیدل سفر کر رہا ہوں مگر یہاں راستے میں دریا آن پڑا ہے اور کشتی کا کرایہ پاس نہیں" آپ نے اسی وقت اسے تیس دینار عطا فرمائے اور غریب مسافر کا چہرہ خوشی سے کھل گیا۔

مہمان نوازی:

جس طرح روحانی فیوضات کے لئے آپ کا آستانہ مرجع عالم تھا۔ اسی طرح اہل احتیاج کے لئے مسافروں اور مہمانوں کے لئے صبح و شام جود وکرم کا دروازہ کھلا رہتا تھا مہمان خانے کا انتظام اپنے اہتمام سے کرتے، رات کو جب دستر خوان بچھتا تو دنیا دیکھتی کہ اولیاء کا سردار مسافروں میں بیٹھا کھانا کھا رہا ہوتا تھا۔

کئی لوگ اپنے دل میں خاص قسم کے کھانوں کا خیال لے کر آتے اور اپنی اپنی آرزو کے مطابق کھانا کھا کر جاتے۔ واعظ مصر شیخ زین الدین علی بن ابی طاہر حج سے واپسی پر بغداد آئے۔ اتفاق سے زادِ راہ ختم ہوگیا سفر کا معاملہ تھا اور بغداد میں انھیں کوئی نہ جانتا تھا بالآخر بھوک سے بے تاب ہوئے اور حضرت کے مہمان خانے میں آئے آپ نے دیکھتے ہی خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔

شیخ زین الدین فرماتے ہیں میں نے اپنے رفیق سے سرگوشی کی کہ تو کیا کھائے گا؟ اس نے کہا کشک (ایک خاص کھانا جو دودھ میں تیار ہوتا تھا) اور میں نے دل میں شہد کا خیال کیا۔ چنانچہ آپ نے تصرف قلب سے معلوم کر کے یہی کھانے منگوائے مگر خادم نے کشک میرے آگے اور شہد میرے ساتھی کے آگے رکھ دیا اس پر حضرت نے ٹوکا اور فرمایا یوں ٹھیک نہیں اس کا الٹ کرو۔" یہ دیکھ کر شیخ زین الدین فدا ہوگئے اور حلقہ صحبت میں داخل ہوئے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ ۷۳)

صبر وصداقت اور استحکام واستقلال میں آپ کی شخصیت یکتائے عصر تھی اس کے ساتھ قدرت نے قناعت، کفایت اور ایثار وسخا کے جوہر بھی عطا کئے تھے۔

راستی:

آپ کی صداقت کے لئے اس کلمہ صدق کا یاد رکھنا کافی ہے جو ہمدان کے قریب آپ نے ڈاکوؤں کے سردار کے سامنے بولا تھا۔ نیز وہ حقیقت جس کا اظہار ایک مرتبہ آپ نے ایک سوال کے جواب میں کیا تھا یعنی آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کے جملہ منازل ارتقاء کی بنیاد کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا تھا صدق۔

صبر و تحمل:

آپ کے زمانہ طالبعلمی پر نظر ڈالیئے تو صبر و تحمل کی تفسیر سمجھ میں آنے گی۔ وہ مسافری وہ قحط، وہ بھوک کی راتیں، وہ فاقے کے دن، وہ اجنبیت اور وہ بے سروسامانی مگر ان تمام صعوبتوں پر آپ کی خندہ پیشانی کس قدر حیرت انگیز ہے۔

ایثار و سخا:

پھر لطف یہ کہ اس دورِ ابتلا میں اگر کبھی جیب میں چند سکے آ گئے تو شاہانہ سخاوت اور مردانہ ایثار کی شان دکھا دی۔ ایک دفعہ بیس دن کے مسلسل فاقے کے بعد والدہ کی بھیجی ہوئی رقم وصول ہوئی، آپ نے ایک وقت کی روٹی کے لئے پیسے رکھ لئے باقی خرابۂ کسریٰ کے فقراء میں تقسیم کر آئے۔ شہر میں آ کر کھانا خریدا تو اس میں بھی چند درویشوں کو شریک کر لیا۔

نیم نانے گر خورد مرد خدا
بذل درویشاں کند نیم دگر

آپ کا مرغوب عمل:

جود و کرم کی یہ عادت مبارکہ، آپ کی زندگی کے ہر دور میں نمایاں رہی۔ کوشش یہ ہوتی تھی کہ کوئی ضرورتمند خالی نہ جائے۔ بسا اوقات سائلوں کو اپنے کپڑے اتار کر عطا کر دیتے۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے میں بڑا حظ محسوس کرتے۔ فرمایا کرتے تھے میں نے تمام اعمال صالح کی چھان بین کی ہے ان میں سب سے افضل عمل بھوکوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر میرے پاس دنیا بھر کے خزانے آ جائیں تو سب کے سب بھوکوں پر صرف کر دوں۔ (فوائد الوفیات جزء دوم)

احباب سے سلوک:

اپنے احباب کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا برتاؤ فرماتے۔ مجلس میں عزت و تکریم کے ساتھ بٹھاتے۔ شیخ علی بن ابی نصر ہیتی جو عراق کے اقطاب میں سے تھے حضرت شیخ سے بے پناہ عقیدت رکھتے تھے جب کبھی وہ اپنی بستی سے آپ کو ملنے کے لئے بغداد آتے تو مدرسے کے دروازے پر پاپوش اتار کر کھڑے ہو جاتے اس وقت جناب شیخ انہیں فرط محبت سے پکارتے "بھائی! میرے پاس آیئے" اور پھر اپنے پہلو میں پاس بٹھا لیتے۔

عیادت:

آپ کے اصحاب میں سے کوئی غیر حاضر ہوتا تو اس کے حالات دریافت فرماتے کوئی بیمار ہو جاتا تو عیادت کے لئے تشریف لے جاتے خواہ سفر ہی اختیار کرنا پڑتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب شیخ علی ہیتی بیمار ہو گئے تو آپ ان کی بیمار پرسی کے لئے ان کی بستی زریران میں تشریف لے گئے جو بغداد سے کچھ فاصلے پر واقع ہے۔

اولیاء سے رابطہ:

آپ اپنے عہد کے اولیاء اللہ سے ملنے کے بہت مشتاق تھے۔ ابتداء عمر میں بغداد کے جملہ اہل اللہ کی مجالس میں جاتے۔ تاج العارفین شہر میں وعظ کہا کرتے تھے جس میں اکثر و بیشتر آپ شریک ہوتے رہتے تھے۔ آپ دوران سفر میں بھی ایسی ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رکھتے چنانچہ عہد طالبعلمی کے ایک سفر میں شیخ شریف یعقوبی سے ملاقات کی۔ سفر حج میں شیخ ابن مرزوق اور شیخ ابو مدین سے ملاقاتیں ہوئیں۔ علاوہ ازیں بلاد عجم، ملک عراق کے اکثر زہاد و اولیاء سے آپ کا ملنا ثابت ہے۔ (قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر)

مزارات:

کبھی کبھی قبرستانوں کی طرف بھی تشریف لے جاتے۔ بغداد کے مقبرہ شونیزیہ میں حضرت جنید بغدادی اور جعفر خلدی جیسے صالحین لیٹے تھے اس لئے یہاں جناب اکثر آیا کرتے تھے۔ خود آپ کے مرشد صحبت شیخ حماد کا مزار بھی یہیں تھا۔ حضرت خواجہ معروف کرخی اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مزارات پر بھی بار ہا تشریف لے جاتے۔

دنیاداروں اور دنیا کی چیزوں کے لئے آپ کے دل میں کوئی جگہ نہ تھی۔ آپ نے کبھی دولت جمع نہ فرمائی۔ جو کچھ آتا فقراء اور طلباء میں تقسیم ہو جاتا۔ آپ کی چند نرینہ اولادیں مختلف اوقات میں وفات پاتی رہیں مگر آپ پر کوئی تغیر نہ آیا۔ ایک مرتبہ وعظ کے دوران میں ایسی ہی خبر ملی مگر آپ نے اپنے پورے اطمینان سے وعظ جاری رکھا۔ لوگ یہ استقلال دیکھ کر حیران رہ گئے۔ آپ نے فرمایا کہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اسے ہاتھوں پر رکھ کر دل سے کہہ دیتا ہوں کہ "یہ میت ہے" (یعنی آخر سب نے فنا ہونا ہے) بس پھر اس کی موت سے مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔

استغناء:

غافل دنیاداروں کی آپ قطعاً پرواہ نہ کرتے، خواہ رئیس ہو خواہ حاکم وقت۔ ایک مرتبہ خلیفۂ وقت مستنجد باللہ اشرفیوں کے دس توڑے لے کر حاضر خدمت ہوا آپ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بالآخر اس کے اصرار پر تھیلیاں ہاتھوں میں پکڑ کر نچوڑیں تو ان سے خون ٹپکنے لگا۔ خلیفہ متحیر رہ گیا آپ نے فرمایا "یہ لوگوں کا چوسا ہوا خون ہے۔ اگر رشتۂ رسالت کا پاس نہ ہوتا تو یہ خون تمہارے محلات تک بہتا۔"

جب کبھی خلیفہ یا کسی اور حاکم وغیرہ کی آمد کی خبر ملتی تو آپ اٹھ کر اندر تشریف لے جاتے۔ جب وہ آکر بیٹھ جاتے تو آپ آجاتے اور وہ تعظیم میں کھڑے ہو جاتے۔ آپ کی سوانح کی کسی کتاب سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ زندگی کے کسی حصے میں بھی کسی امیر، رئیس یا حاکم کے پاس گئے ہوں۔ ہمیشہ حکام، امراء آپ کے دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

عبادت وخوف خدا:

عبادت و ریاضت کا شوق گویا گھٹی میں ملا تھا۔ شب بیداری، نوافل، مسلسل روزہ، تلاوت قرآن اور مجاہدات کے اشغال کی بہ کثرت روایات مذکور ہیں۔ پوری رات قرآن پڑھتے گذار دیتے۔ یاد الٰہی کے لئے کبھی مسجد میں، کبھی بستی میں اور کبھی ویرانوں میں بے تاب نظر آتے۔ مقبولیت و محبوبیت کے مقامات عالیہ پر فائز ہونے کے باوجود خوف خدا اس حد تک غالب تھا کہ شاید باید۔ بہ روایت مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ آپ کو حرم کعبہ میں یوں دیکھا گیا کہ سر کنکروں پر رکھا ہے آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں اور عرض کر رہے ہیں اے مالک! اگر میں سزا کا مستحق ہوں تو قیامت کو مجھے نابینا اٹھانا تاکہ تیرے برگزیدہ بندوں میں شرمسار نہ ہوں۔" اللہ اکبر!

رزق حلال:

اسلاف کی طرح آپ مشکوک روزی سے کلی اجتناب فرماتے۔ رزق حلال کا سوکھا ٹکڑا کھا کر خوش رہتے۔ مجاہدات کے زمانے میں کئی دفعہ شہر آتے مگر طیب چیز میسر نہ آتی تو پھر واپس صحراؤں کو چلے جاتے۔ مسند تبلیغ وارشاد پر متمکن ہونے کے بعد بھی اپنے کھانے کے بارے میں نہایت محتاط رہے۔ اپنے متعلقین میں سے کچھ کاشتکاروں کے ذمے یہ خدمت تھی کہ وہ ہر سال اپنی نگرانی سے گیہوں کا فصل تیار کر کے لاتے پھر خاص خدام ہی اسے پیستے اور چند روٹیاں پکا کر سامنے حاضر کی جاتیں۔ آپ روٹیوں کے ٹکڑے کر کے کچھ اپنے لئے رکھ لیتے اور باقی احباب خاص میں تقسیم کر دیتے یہاں سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اہل اللہ کی نظر میں رزق حلال کی کیا اہمیت ہے۔

طبیعت میں حلم اور بردباری کی شان غالب تھی۔ کسی ذاتی یا خاندانی معاملے میں کبھی غصہ نہ فرماتے۔ عوام یا خواص کسی سے کوئی لغزش ہو جائے تو اسے معاف فرما دیتے۔ آپ کو اپنے خدام کی خطاؤں کا علم ہوتا لیکن درگزر سے کام لیتے۔ البتہ حدود الٰہی کے بارے میں نہایت سخت گیری فرماتے۔ سنت کی پابندی پر خود بھی کاربند تھے اور متعلقین کو بھی یہی تلقین کرتے۔ شیخ ابوالقاسم بزاز اور شیخ ابو عبداللہ بغدادی نے سرکار بغداد کے اخلاق کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے۔

> "آپ کے اخلاق نہایت محبوب اور اوصاف از حد پاکیزہ تھے۔ ہر رات عام دستر خوان بچھتا، مہمانوں کے ساتھ کھاتے۔ کمزوروں کے ساتھ بیٹھتے، بیماروں کی عیادت فرماتے۔ طلباء سے خاص انس رکھتے۔ اپنے رفقاء کی خطائیں معاف کر دیتے جو شخص قسم کھاتا اسے سچا قرار دیتے۔ اس کے متعلق اپنا علم پوشیدہ رکھتے۔ آپ سے زیادہ صاحب حیاء میں نے کوئی نہ دیکھا"۔ (بہجہ، صفحہ ۱۰۴)

> "سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ رقیق القلب، خدا سے بہت ڈرنے والے، بڑی ہیبت والے، از حد کریم الاخلاق اور پاکیزہ طبع تھے۔ محارم الٰہی کی بے حرمتی کے وقت سخت گیر تھے مگر اپنی ذات کے لئے انتقام نہ لیتے"۔ (بہجہ صفحہ ۱۰۵)

ان چند سطور میں آپ کے اخلاق عالیہ کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ تاہم اس آئینے کے ہر گوشے میں "خلق عظیم" کی کرنیں جگمگاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ رب کریم اس آثم و عاصی کو اور جملہ مسلمانوں کو اس مبارک زندگی کی روشنی میں چلنے کی توفیق بخشے۔

ازدواج و اولاد:

آپ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۳۹، ۴۰ سال کی عمر تک آپ مجرد رہے۔ایک سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے محض اتباع سنت کے لئے نکاح کیا ہے۔

صاحبزادے:

اللہ تعالیٰ نے دیگر انعامات کی طرح اولاد بھی بکثرت عطا فرمائی جو سب کی سب علم اور تقویٰ میں ممتاز ہوئی۔ذیل میں چند شہزادوں کا ذکر کیا جاتا ہے جو علم و فضل کی بلندیوں میں چمکے،اور دینی خدمات میں اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر چلے۔

۱۔شیخ عبدالوہاب:

بڑے صاحبزادے شیخ عبدالوہاب تھے۔مجاہدات و ریاضات میں والد ماجد کے طریق پر گامزن ہوئے۔علوم میں بہت محنت کی حتیٰ کہ والد ماجد کے مدرسے میں مدرس مقرر ہوئے۔سن ولادت ۵۲۲ھ یا ۵۲۳ھ اور سن وفات ۲۵ شوال ۵۹۳ھ ہے۔بغداد کے مقبرہ حلبہ میں مزار ہے۔

۲۔شیخ حافظ ابوبکر عبدالرزاق:

حافظ کا لقب دلالت کرتا ہے کہ آپ حافظ حدیث ہوں گے کیونکہ اس زمانے میں عموماً حافظ کا اطلاق اسی معنیٰ پر ہوتا تھا۔روحانیت میں صاحب کمال اور ولی کامل تھے۔آپ سب سے زیادہ جناب شیخ کی صحبت میں رہے اور شیخ کے سوانح کا ایک کثیر حصہ ان کی ہی قلم نے محفوظ کیا۔۵۲۸ھ ۱۸ ذیقعدہ کو پیدا ہوئے۔۶ شوال ۶۰۳ھ میں فوت ہوئے مزار بغداد باب حرب میں ہے۔

۳۔امام شرف الدین ابومحمد عیسیٰ:

سن ولادت معلوم نہیں ہوسکا۔زاہد متقی اور بلند پایہ عالم تھے۔ایک مدت تک علوم کا درس دیتے رہے۔صاحب تصانیف اور شعر و سخن کا مذاق بھی رکھتے تھے والد ماجد کی وفات کے دوسرے سال یعنی ۵۶۲ھ میں شام چلے گئے پھر مصر آ گئے جہاں ۱۲ رمضان ۵۷۳ھ میں وفات پائی۔محلّہ قرافہ مصر میں مدفون ہوئے۔

۴۔شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ:

ولی اللہ اور محدث تھے سن ولادت معلوم نہ ہوسکا۔ تاریخ وفات ۶۰۰ھ ۲۵ ذیقعدہ ہے حلبہ بغداد میں دفن ہیں۔

۵۔شیخ عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ:

صاحب باطن اور ولی کامل تھے۔۷ اصفر ۵۸۹ھ میں فوت ہوئے مزار مبارک بغداد ہی میں ہے۔

تیری نسل پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

❁❁❁

حصہ دوم

علمی زندگی

دینی خدمات کو مقصد حیات بنانے والوں کے لئے علوم دینیہ کی مکمل واقفیت اور عام علوم سے بقدر ضرورت آگاہی نہایت لازم ہے۔جاہل اور بے خبر اس وادی میں ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔یہی باعث ہے کہ اسلام کے جملہ مجددین و مبلغین علم و فضل میں بہت بلند پایہ واقع ہوئے ہیں چونکہ ہمارے ممدوح جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی تبلیغ و اصلاح میں گذری،اس لئے یہ امر ازحد ضروری ہے کہ آپ کے علمی مقام پر نہایت واضح اور مفصل تبصرہ کیا جائے تاکہ ایک فاضل اور صاحب بصیرت مبلغ کی حیثیت سے آپ کے مساعی کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ ہوسکے۔

طلب علم:

یہ ایک عجیب بات ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے ابتدائی حالات عموماً قدرت کی شان بے نیازی کے مظہر ہوا کرتے ہیں۔جس ماحول میں وہ ظاہر ہوتے ہیں اس کی فضائیں ان کے مقاصد کے بالکل برعکس ہوتی ہیں۔ان کی راہ میں ہزاروں کانٹے اور لاکھوں رکاوٹیں

آتی ہیں لیکن ان کا ذوق جستجو، ان کا دردو کرب اوران کا جذبہ عمل ہر مشکل پر قابو پاتا ہوا بالآخر منزل سے ہمکنار ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے۔

بالکل ایسے ہی حالات میں حضور غوث پاک کا ظہور ہوا۔ آپ کا گھرانہ شریف ونجیب تو ضرور تھا۔ مگر متمول اور باثروت نہ تھا۔ آپ کے والد ماجد کا کل ترکہ اسی اشرفیاں تھیں۔ جن میں دو بھائی برابر کے حصہ دار تھے پھر اوائل عمر ہی والد کا انتقال ہوگیا۔ اب تربیت نانا کے سپرد ہوئی۔ جو ایک زاہد اور گوشہ نشین درویش تھے۔ ان کمزور مالی حالات کے علاوہ جیلان کا قصبہ اور نیف کی بستی ایسے مقامات تھے جہاں بلند معیار کی علمی اور فکری تربیت کا کوئی بھی انتظام موجود نہ تھا مگر ان بے سروسامانیوں اور ماحول کی سرد مہریوں میں تائید وتوفیق الٰہی کے مضبوط ہاتھ نے آپ کو ٹھیک اسی راہ پر ڈال دیا۔ جس میں آپ نے عمر بھر کام کرنا تھا یعنی اپنے گھر میں اور اپنی بستی کے مکاتب میں آپ ابتدائی تعلیم کے لئے تندہی کے ساتھ مصروف ہوگئے۔ یہ سلسلہ ختم ہوا تو اعلیٰ تعلیم کے لئے چار سو میل کا پرخطر سفر طے کر کے بغداد پہنچے جہاں آتے ہی قحط اور دیگر مشکلات سے واسطہ پڑا۔ بیس بیس دن تک فاقہ رہتا اور ہفتوں پیٹ میں لقمہ تک نہ جاتا۔ کبھی کبھار والدہ کچھ پیسے روانہ کر دیتی تھیں مگر وہ ضروریات کے لئے ناکافی ہوتے۔

ان تمام صعوبات کے باوجود آپ نے تحصیل علم کی مہم کو حیرت انگیز استقلال کے ساتھ جاری رکھا اور بغداد میں تعلیم کے جتنے ممکن ذرائع ہوسکتے تھے آپ نے ان سب کو اختیار کیا یعنی نظامیہ میں داخلہ لینے کے ساتھ ساتھ آپ بعض دیگر نجی مراکز سے بھی وابستہ ہوئے۔ جیسا کہ پہلے حصے میں اشارہ کیا جا چکا ہے۔ علاوہ ازیں بغداد کے علماء، فضلا اور محدثین وفقہا سے ملاقاتیں کرتے رہتے اور اہل علم کی مجالس وعظ میں شریک ہوتے۔

محنت اور شوق کا یہ عالم تھا کہ فارغ اوقات میں بھی اپنا کام جاری رکھتے۔ اس مقصد کے لئے آپ نے دو نشستگاہیں بنا رکھی تھیں۔ ایک جنگل میں تھی اور دوسری بغداد کے محلہ قطیعہ شرقیہ کی مسجد میں تھی۔

اساتذہ:

بغداد میں جن فضلاء سے آپ نے علوم عالیہ کی تحصیل کی، ان کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) قاضی ابوسعید مبارک بن علی مخرمی
(۲) محمد بن حسن باقلانی
(۳) محمد بن عبدالکریم بن خشیش
(۴) محمد بن علی بن میمون الرسی
(۵) ابوبکر احمد بن مظفر
(۶) جعفر بن احمد القاری السراج
(۷) علامہ زکریا یحییٰ بن علی تبریزی رحمۃ اللہ علیہ
(۸) ابوالبرکات طلحۃ العاقولی
(۹) ابومنصور عبدالرحمٰن القزاز
(۱۰) ابوالحسین المبارک ابن الطیوری
(۱۱) ابونصر محمد
(۱۲) ابوغالب احمد
(۱۳) ابوعبداللہ یحییٰ
(۱۴) ابوالغر محمد بن مختار ہاشمی
(۱۵) ابوالبرکات ہبۃ اللہ السقطی
(۱۶) ابوطاہر عبدالرحمٰن بن احمد
(۱۷) ابوطالب عبدالقادر بن محمد
(۱۸) اسمٰعیل بن محمد اصبہانی
(۱۹) ابوالقاسم علی بن احمد کرخی
(۲۰) ابوالوفاء علی بن عقیل
(۲۱) ابوالخطاب محفوظ کلوانی
(۲۲) ابوالحسن محمد بن قاضی ابی یعلیٰ
(۲۳) محمد بن حسین بن محمد فراء

علوم قرآن:

سب سے پہلے آپ نے قرآن کریم حفظ کیا (قرائن سے پتا چلتا ہے کہ قرآن وطن میں ہی یاد کر لیا تھا) پھر قرات وتجوید اور روایات متداولہ کے ساتھ قرآن پڑھا۔

فقہ اصول:

علوم فقہ واصول فقہ مندرجہ بالا فہرست میں سے پانچ اساتذہ سے حاصل کئے جن کے اسماء نمبر ۱، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، میں مذکور ہیں۔

تفسیر:

تفسیر، افضل العلماء ابومحمد جعفر اور بحرالعلوم ابوسعید ہمدانی سے پڑھی۔ باقی کے ۱۷ اساتذہ شیوخ حدیث ہیں۔

حدیث:

جن سے آپ نے حدیث واصول حدیث کے جملہ علوم پڑھے اور ادبیات عربیہ کی تعلیم علامہ تبریزی سے حاصل کی۔

اساتذہ کا مقام:

جن فضلاء کے نام آپ کے اساتذہ کی فہرست میں آئے ہیں۔ یہ اس وقت کی اسلامی دنیا کے بلند پایہ علماء تھے۔ حضرت قاضی ابوسعید مخرمی رحمۃ اللہ علیہ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز تھے اور علوم فقہ میں امام تھے۔ علامہ ابوزکریا تبریزی نظامیہ یونیورسٹی میں ادبیات عربیہ کے مدرس اعلیٰ تھے۔ ان کے قلم سے بہت سی قیمتی تصانیف نکلیں مثلاً شرح اللمع، شرح دیوان حماسہ، شرح دیوان متنبی، شرح دیوان ابی تمام، شرح القصائد العشر، شرح سقط الزند، الکافی فی العروض والقوافی اور تفسیر القرآن والاعراب وغیرہ اسی طرح ابوالخطاب محفوظ کلوانی، ابوالحسن بن قاضی یعلیٰ اور محمد بن حسین الفراء حنبلی اہل علم میں سے چوٹی کے علماء تھے۔

علمی مقام:

طلب علم کی کٹھن راہگزاروں میں محنت، شوق، جستجو اور تحمل واستقلال کا زادِ راہ لے کر چلنے والے اس عظیم طالب علم کو فضل ایزدی کے دست رحمت نے وہ عظیم صلہ عطا کیا کہ دنیا نے اسے علوم وحکم کی بلندیوں پر بدر کامل کی طرح چمکتے ہوئے دیکھا اور عوام وخواص سب کو اس کے علمی مقام کا اعتراف کرنا پڑا۔

علامہ جوزی کی حیرانی:

علوم دینیہ میں سب سے اہم علم علم تفسیر ہے، علم تفسیر میں جناب شیخ کے مقام کا اندازہ اس واقعہ سے ہوسکتا ہے کہ ایک مرتبہ علامہ ابن جوزی اپنے ایک رفیق سمیت شیخ کی مجلس میں آئے۔ قاری نے ایک آیت پڑھی اور جناب شیخ اس کی تفسیر وتوضیح میں اقوال بیان کرنے لگے جب ایک توجیہہ کا بیان ختم ہوتا تو علامہ جوزی کا ساتھی ان سے پوچھتا "کیا یہ توضیح آپ کے علم میں ہے" وہ کہتے "ہاں" یہ سلسلہ گیارہ توجہات تک تو جاری رہا مگر اس کے بعد جب آپ نے بارہویں تیرہویں چودھویں اور علیٰ ہذا القیاس چالیس تک توضیحات بیان فرمائیں اور ہر ایک قول کے قائل کا نام بھی بتلایا تو علامہ ابن جوزی حیرت کا مجسمہ بن کر رہ گئے۔

اجتہاد:

احادیث، فقہ شرعیات اور مذاہب ائمہ پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ خود صاحب اجتہاد تھے۔ چنانچہ جن مسائل میں اپنے حنبلی مسلک سے آپ کو اختلاف ہوتا، ان میں اپنے ذاتی اجتہاد پر عمل پیرا ہوتے تھے لیکن عجیب اتفاق ہے کہ آپ کے ذاتی مجتہدات، عموماً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک سے مطابقت رکھتے ہیں اور میرے نزدیک یہ امر آپ کی فقہی بصیرت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

علماء آزمائش کو آئے:

اختلافیات اور دقیق ومغلق مسائل میں اس قدر استحضار تھا کہ بغداد میں آپ کی تازہ شہرت سن کر سو (۱۰۰) بغدادی اہل علم، آپ کی علمی کیفیت جانچنے کے لئے آئے ان میں سے ہر ایک نے اپنی معلومات میں ایک سے ایک انتہائی مشکل سوال اپنے ذہن میں تجویز کیا ہوا تھا۔ جب مجلس میں پہنچے تو سرکار بغداد نے روحانی تصرف سے معلوم کر کے ان کے سوالات بھی بتلا دیئے اور سب کے مفصل جوابات بھی ارشاد فرما دیئے۔ شیخ مفرج بن نبہان جو واقعہ کے راوی ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ علوم نبوی کا یہ بحر ذخار دیکھ کر ان لوگوں کی چیخیں نکل گئیں اور قدموں پر گر پڑے۔

مورخین کی رائے:

دنیائے علم میں آپ کے مسلم ہونے کا ایک درخشاں ثبوت یہ بھی ہے کہ بڑے بڑے محتاط اور نقاد اسلامی مورخین نے آپ کی جلالت علمی کا تذکرہ شاندار الفاظ میں کیا ہے مثلاً حافظ زین الدین نے طبقات میں آپ کو "اپنے دور کا علامہ" "علامۃ الحلین" لکھا ہے۔ صاحب سیرت النبلاء نے "معقل العلم" (پناہ گاہ علم) قرار دیا ہے۔ حافظ ابوسعید سمعانی کا بیان ہے (اپنی تاریخ میں) کہ آپ مجتہد فی المذہب تھے اور میں نے آپ سے بہت سی احادیث قلم بند کیں۔ امام ابوعبداللہ شبلی نے "عزیز العلم" (بہت زیادہ علم رکھنے والے) کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے تاریخ میں یوں تذکرہ کیا۔ "کان لہ الید الطولیٰ فی الحدیث والفقہ" علوم حدیث اور فقہ میں آپ کو کمال دستگاہ حاصل تھی۔

علمی خدمات:

آپ کی علمی خدمات پر نظر ڈالیے تو یوں معلوم ہوگا کہ جیسے آپ نے ائمہ دین کے دوش بدوش کام کیا ہے۔ اس باب کی سب سے اہم چیز، شعبہ تعلیم وتدریس ہے جسے آپ نے ایسے معیاری طریقے سے نبھایا کہ اس سے زیادہ ممکن ہی نہ تھا۔

مدرسہ:

پیچھے گزرا ہے کہ قاضی ابوسعید مخرمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی درسگاہ آپ کے سپرد کر دی تھی۔ آپ نے اس درالعلوم کی توسیع کی اور طلباء کی بہت بڑی تعداد کے لئے انتظامات مہیا کئے۔ عمارت سے فارغ ہو کر ۵۲۸ھ میں تعلیم و تدریس کا کام وسیع پیمانے پر شروع کیا اور سینکڑوں طلباء نے داخلہ لیا۔

طلباء کی تعداد:

ایک روایت کے مطابق آپ کے ہاں چھ سو طلباء ایک وقت میں تعلیم پاتے تھے۔ طلباء کی یہ کثیر تعداد ایک ایسے مدرسے میں حیرت انگیز ہے جس کا انتظام صرف ایک شخص سے متعلق ہو اور مدرسے کے لئے حکام وقت کے نذرانے قبول نہ کئے جاتے ہوں۔

اوقات تعلیم:

تعلیم تقریباً دن بھر جاری رہتی اور خود آپ دن کا سارا وقت مدرسے میں گزارتے۔ قبل دوپہر کی نشستوں میں علوم درسیہ کے اسباق ہوتے اور ظہر کے بعد علوم قرآنیہ کے لئے ایک خاص نشست تھی۔ جس میں آپ کلام اللہ کے معارف بیان فرماتے تھے۔

دُور کے طلباء:

بغداد کے علاوہ یمن، حران، ہرات، حجاز، شام اور مصر کے طلباء بھی آپ کے ہاں تعلیم پاتے تھے۔ اسلامی دنیا سے دُور دراز کے لوگ آپ کے ہاں آتے۔ فیضیاب ہوتے اور پھر اپنے اپنے علاقوں میں جا کر دینی خدمات میں مصروف ہو جاتے۔ آپ کے مدرسے کے اکثر طلباء دنیائے علم و حکمت میں ائمہ شیوخ کے القاب سے ممتاز ہوئے۔

دیگر مدرسین:

مدرسے میں دوسرے مدرسین کی بھی کثیر تعداد موجود تھی۔ جن میں آپ کے بعض صاحبزادگان بھی شامل تھے۔ تاہم کام کا بہت بڑا حصہ آپ خود ہی سرانجام دیتے تھے۔ موصل کے ایک عالم خضر حسینی کا بیان ہے کہ جناب شیخ تیرہ علوم کے اسباق عالیہ خود پڑھاتے تھے۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور اختلاف مذاہب کی تدریس میں زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ امام ابن قدامہ ۵۶۱ھ میں آپ کے دارالعلوم میں آئے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ جو طالب علم اس درسگاہ میں داخل ہو جاتا تھا پھر کسی دوسری جگہ کا کبھی رُخ نہ کرتا کیونکہ یہاں علوم کی ہر شاخ پر نہایت اعلیٰ تعلیم میسر تھی۔

مبلغین کو تربیت:

جو طالب علم تحصیل سے فارغ ہو جاتا اسے کسی مناسب مقام پر کام کرنے کے لئے روانہ فرما دیتے تھے مگر پہلے اپنی نگرانی میں کچھ دیر اسے کام کرنے کا موقعہ دیتے تاکہ پختگی پیدا ہو جائے۔ چنانچہ ملک شام کے شیخ زین الدین آپ کے مدرسے میں ایک عرصہ تعلیم پا کر فارغ ہوئے تو جناب شیخ نے پہلے خود اپنے ہاں بغداد میں ان کے وعظ منعقد کرائے اور ہر طرح مطمئن ہو جانے کے بعد انہیں دمشق جانے کی اجازت دی بعد میں وہ دمشق سے مصر آ کر تبلیغی زندگی میں مصروف ہو گئے اور ۵۹۹ھ میں یہاں انتقال کیا آپ واعظ مصر کے لقب سے معروف تھے۔ حکام و امراء ان کا از حد احترام کرتے، ایک مرتبہ کسی ملکی خدمت کے صلے میں ڈیڑھ لاکھ دینار ان کی خدمت میں پیش کئے گئے تھے۔

شیخ زین الدین بھی اپنے محبوب مربی و معلم کے نقش و قدم پر تمام عمر دینی خدمات میں منہمک رہے اور یہی عالم ان صدہا تلامذہ کا تھا جو آپ کے دارالعلوم میں تعلیم پا کر، اسلامی دنیا کے طول و عرض میں پھیل چکے تھے آپ کے تربیت دادہ سینکڑوں علما، فضلاء میں سے چند ناموں کی فہرست درج ذیل ہے۔

چند تلامذہ:

شیخ احمد بن وہب ہروی، قاضی القضاۃ عبدالملک بن عیسے، شیخ زین الدین شامی واعظ مصر، محمد بن ازہر صیرفی، یحییٰ بن البرک، عبدالملک بن کالیائی، عثمان بن کالیائی، عبداللہ بن عبدالملک کالیائی، عمر بن احمد یمنی، عبداللہ بن نصر بکری، علی ابن ابوطاہر انصاری، محمد بن ابو مکارم یعقوبی، عبدالجبار بن ابوالفضل القصی، محمد بن احمد بن بختیار، عبدالملک بن ایال، عبدالغنی بن عبدالوحد المقدس، رافع بن احمد، احمد بن اسماعیل منصوری، امام ابن قدامہ حنبلی، ابراہیم ابن بشارۃ اللہ، ہلال بن مظفر عاتولی، عبدالمنعم بن علی حرانی، عبداللہ بطائحی، عثمان یاسری، ابراہیم حدادیمنی، ابنائے عبدالرحمٰن، عبداللہ بن محمد بن ولید، عطیف بن زیاد یمنی، صالح عبداللہ بن حسین اکبری، شریف احمد بن منصور، امام ابوعمر وعثمان شافعی زمان، ابوالقاسم ابن ابوبکر احمد، علی بن ابوبکر بن ادریس، شیخ محمد بن قائد الدرانی، عبدالعزیز بن ابونصر، شیخ طلحہ بن مظفر ہاشمی، شیخ عبداللہ رو یی، حسن بن عبداللہ انصاری، شیخ ابومحمد حسن القاری۔

فتویٰ نویسی:

درسگاہ میں فتاویٰ کے لئے ایک مستقل شعبہ تھا مگر اس شعبے کا اکثر کام بھی آپ نے اپنے ذمے ہی لے رکھا تھا۔ ہوتے ہوتے یہ شعبہ بہت زیادہ وسعت اختیار کر گیا تقریباً عراق عرب، و عراق عجم کے اکثر شہروں کے استفتاء آپ کے پاس آنے لگے۔ کام کی کثرت کے باوجود آپ کے ہاں فتاویٰ نویسی میں تاخیر نہ ہوتی تھی۔ خلف صالح شیخ عبدالرزاق اور شیخ ابوالقاسم عمر بزاز حیرت سے بیان کرتے تھے کہ ہم نے کبھی ایسا نہیں دیکھا کہ آپ کے دارالافتاء کوئی استفتاء ایک رات سے زیادہ رکا ہو۔ طبیعت میں اس قدر استحضار تھا کہ سوال پڑھتے ہی برجستہ جواب تحریر فرما دیتے۔ مگر کبھی ایک موقع بھی ایسا نہ آیا کہ کسی نے گرفت کی ہو۔ عراق کے بڑے بڑے علماء جب آپ کے تحریر کردہ جوابات پڑھتے تو آپ کی فقہی بصیرت پر انگشت بدندان رہ جاتے۔

فتویٰ عجیبہ:

ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ اگر میں ایسی عبادت نہ کروں جو دنیا میں اس وقت اور کوئی نہ کرتا ہو تو تجھے تین طلاقیں ہوں گی۔ اس استفتاء کے لئے عرب و عجم کے مفتی سرگریباں تھے مگر جب جناب شیخ کے دارالافتاء میں وہ پرچہ آیا تو آپ نے فوراً اس کی پشت پر لکھ دیا کہ ''اس شخص کے لئے خانہ کعبہ تھوڑی دیر تک خالی کرا دیا جائے تاکہ یہ اکیلا طواف کرے اس طرح اس کی قسم پوری ہو جائے گی اور بیوی کو طلاق نہ ہوگی۔'' آپ کے اس بے نظیر جواب پر عراق کی دنیائے علم میں حیرت و تعجب کی لہر دوڑ گئی۔

آپ کا مسلک:

گو آپ حنبلی المذہب تھے مگر فروع میں حنبلی مسلک کے کلی طور پر پابند نہ تھے کیونکہ آپ خود مجتہد تھے۔ چنانچہ اکثر مسائل اور فتاویٰ ذاتی اجتہاد سے بیان فرماتے جو حنفی مسلک سے مطابقت رکھا جاتے۔ بہر کیف تعلیم و تدریس اور فتاویٰ نویسی کی یہ خدمات ۵۲۸ھ سے شروع ہو کر سن وفات ۵۶۱ھ تک یعنی ۳۳ برس کی مدت تک جاری رہیں۔

ان سطور کے مطالعے سے جناب شیخ کی ''علمی زندگی'' کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ علوم دینیہ میں اس قدر تبحر و بصیرت کا مالک اور شرعیات کی تعلیم میں ایسی گراں قدر خدمات کا حامل، آپ کے اس دور میں دوسرا کوئی شخص نظر نہیں آتا اور حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ میں اس پائے کی ہستیاں عزیز و نادر ہی ہوا کرتی ہیں۔

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

روحانی زندگی:

پہلے حصے میں جناب شیخ کی ریاضت و مجاہدات کا ذکر آ چکا ہے کہ آپ کے دن کس درد و کرب میں اور راتیں کس سوز و گداز میں گذرتی تھیں۔ رات کی خموشیوں میں قرآن کی تلاوت شروع کر دیتے تو کھڑے کھڑے صبح ہو جاتی۔ خلوت پذیری کے ذوق میں نکلتے تو برسوں تک صحراؤں میں محو انجمن آرائی رہے اور طویل مدتوں تک انسانی چہرہ نہ دیکھا۔ نوافل، تلاوت، روزے، شب بیداری، نفس کشی، جہد و ریاضت اور تنہا باشی کا یہ دور آپ نے بڑے استقلال کے ساتھ طے کیا۔

مجاہدات کی ضرورت:

گو یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ دینی اکابر کا مقصد حیات دراصل خدمات دین سے متعلق ہوتا ہے مگر اس سلسلے کے کمال کے لئے زندگی میں ریاضت و خلوت کا دور آنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ ایک کامل داعی دین کے لئے دین کے راز حقیقی اور روحانیات کے اسرار خفیہ سے واقف ہونا از حد ضروری ہے تاکہ وہ طمانیت قلب کے مقام پر کھڑا ہو کر دین کی صدا بلند کرے۔ اور وہ اطمینان قلب یا مشاہدہ حقیقت ایسی دولتیں ہیں، جو خلوت و تجرد کی پاکیزہ اور خاموش فضاؤں میں عطا ہوا کرتی ہیں۔ چنانچہ انبیاء کی زندگیوں میں بھی ایسے مرحلے موجود ہوتے ہیں۔

گوہر مقصود کی تلاش:

اسی حقیقت کے پیش نظر ہمارے ممدوح اور اپنے وقت کے سب سے بڑے عالم دین جناب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے سنت انبیاء کے مطابق تجرد اور تنہائی کی یہ راہ اختیار فرمائی۔ گوہر مقصود کی تلاش میں کبھی عارفین و اولیاء سے ملتے، کبھی راتوں میں محو مناجات ہوتے اور کبھی مادیت بھری دنیا کی تنگی و شوخی سے دل برداشتہ ہو کر دریاؤں کے کناروں اور صحراؤں کی وسعتوں میں جا نکلتے لیکن اس باب میں یہ بات خصوصیت کے ساتھ یاد رہے کہ جناب شیخ زندگی کے ہر دور میں ''سنت مصطفوی'' کے پوری شدت کے ساتھ پابند رہے۔

نفس کے ساتھ یہ کٹھن جنگ اور منزل حقیقت کی راہوں میں عاشقانہ تگ و دو کا یہ متواتر سلسلہ مدتوں تک جاری رہا اور اس دور میں آپ

نے خطرات وخدشات نفس کا تجزیہ آخری حد تک کرلیا۔خود فرماتے ہیں۔"ایک سال میں وساوس کے تعلقات قطع کئے۔ایک میں اسباب خلق کے بندھن توڑے،ایک میں خطرات قلب کے رابطے ختم کئے اور پھر خواہشات نفس کو منقطع کرتا ہوا توکل کے دروازے پر آیا یہاں طالبین کا ہجوم پایا آگے بڑھا اور شکر کے دروازے کو دیکھا۔پھر غنا اور مشاہدے کی منزلوں سے گزرا مگر ہر جگہ ہجوم نظر آئے۔آخر میں فقر کے دروازے پر پہنچا۔جہاں مکمل سکون تھا۔یہاں داخل ہوا،تو فضل الٰہی نے آگے بڑھ کر دست گیری کی اور روحانی خزانوں سے مالا مال فرمادیا"۔

منزل:

اس طرح پچیس برسوں کی صبر آزما مدت میں یہ دشوار گزار راستہ ختم ہوا اور خدائے تعالیٰ نے آپ کو منزل سے ہمکنار کیا۔حقائق قدرت کا مشاہدہ و معائنہ ہونے لگا۔نظام امر کے سلسلے عیاں ہوگئے۔اور ہر روحانیت والوں کی مرجعیت ومقتدائیت عطا ہوگئی۔وقت کے اولیاء اور زمانے کے اقطاب وابدال نیاز مندی کی نسبت پر فخر کرنے لگے۔شیخ شطنوفی لکھتے ہیں۔

اولیاء میں احترام:

شیخ بقا بن بطو، شیخ ابوسعید قیلوی اور شیخ علی بن ابی نصر ہیتی رحمۃ اللہ علیہم جناب شیخ کے مدرسے کی طرف آتے۔تو پہلے دروازے پر جھاڑو دیتے اور چھڑکاؤ کرتے اور بغیر اجازت دروازے میں داخل نہ ہوتے۔جب جناب شیخ اپنے پاس بیٹھنے کے لئے فرماتے"تو نہایت ادب کے ساتھ بیٹھ جاتے۔کبھی جناب کی سواری کہیں جاتی تو یہی اولیاء زمان آگے بڑھ کر رکاب تھامتے"(بہجہ ص ۱۶۰) حج پر تشریف لے گئے،تو شیخ ابن مرزدق اور شیخ ابومدین نیاز مندانہ حاضر ہوئے اور آپ کے دست مبارک سے خرقے پہنے۔شیخ ابونصر ہیتی فرماتے ہیں۔جناب شیخ، حضرت معروف کرخی کے مزار پر گئے۔میں بھی ہمراہ تھا سلام کے بعد فرمایا"اے شیخ معروف آپ ہم سے ایک درجہ آگے ہیں"۔پھر ایک عرصہ کے بعد دوبارہ گئے تو فرمایا"اے شیخ معروف السلام علیک ہم آپ سے دو درجے آگے بڑھ گئے"شیخ معروف کی قبر سے آواز آئی:

"وعلیک السلام یا سید اھل الزمان"

اے اہل وقت کے سردار تم پر سلامتی ہو۔

خانقاہ:

"علمی زندگی" کی تفصیلات میں جناب شیخ کے مدرسے کا ذکر گزر چکا ہے مگر اس باب میں مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ یہ مدرسہ طلباء کا دارالعلوم ہونے کے ساتھ ساتھ فقر و تصوف کی بہت بڑی تربیت گاہ بھی تھا۔صوفیاء کی علمی زندگی کے بیان میں آپ اسے مدرسہ کہہ لیں مگر روحانی زندگی کے ذکر میں اسے صوفیاء کی خانقاہ کہیں۔

صوفیاء کو تربیت:

مدعا یہ ہے کہ فقراء اور صوفیاء کی جماعتیں کی جماعتیں آپ کے ہاں زیر تربیت رہتی تھیں۔بہت سے اولیاء ومشائخ اپنے علاقوں سے وقتاً فوقتاً حاضر خدمت ہوتے رہتے تھے جن میں زیران،نہروان،ہاذران،موصل،عراق عرب،عراق عجم اور سرزمین شام تک کے لوگ شامل نظر آتے ہیں۔

پیشوائی:

اولیاء کی سرداری اور پیشوائی کا جو مرتبہ علیا آپ کو مرحمت ہوا تھا۔اس کا اندازہ اس واقع سے ہوسکتا ہے کہ ایک دن آپ نے بغداد میں اپنی مجلس میں ارشاد فرمایا کہ"بفضلہ تعالیٰ میرا قدم اولیا کے کندھوں پر ہے"تو مجلس میں حاضر ہونے والے بیسیوں مشائخ نے اٹھ کر آپ کا قدم مبارک اپنے کاندھوں پر لے لیا۔جن میں شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر اور شیخ شہاب الدین سہروردی جیسے اعیان وقت بھی شامل تھے۔علاوہ ازیں دور دراز کے علاقوں کے اولیاء نے اپنے اپنے مقامات پر اسی وقت اپنی گردنیں جھکا کر شہنشاہ بغداد کے اس اعلان کو تسلیم کیا۔چنانچہ شیخ حیات بن قیس حرانی حران میں جھک گئے،شیخ رسلان دمشقی دمشق میں جھک گئے،شیخ ابومدین مغرب میں،شیخ عبدالرحیم قنا میں،شیخ عدی بن مسافر ہالس میں،شیخ سوید سنجار میں،شیخ احمد بن رفاعی ام عبیدہ میں،شیخ عبدالرحمٰن طفسونج میں اور شیخ محمد بن موسیٰ بصرہ میں سر تسلیم خم ہوگئے۔

اسی طرح بار دالٰہی کے تین سوتیرہ اولیاء اللہ نے اسی فرمان کے احترام میں اپنے سر جھکا دیئے یعنی ۶۰ اولیاء عراق عرب میں،۴۰ عراق عجم میں،۱۷ احرمین شریفین میں،۳۰ شام میں،۲۰ مصر میں،۲۷ مغرب میں،۲۳ یمن میں،۱۱ حبشہ میں،۷ سد سکندری میں،۷ سراندیپ میں،۴۷ جبل قاف میں اور ۲۵ جزائر بحر محیط میں جبین نیاز جھکانے والوں میں شامل تھے۔(یہ تفصیل شیخ شطنوفی پروفیسر جامعہ الازہر متوفی ۷۱۳ھ نے اپنی کتاب میں درج کی ہے)فیوضات طریقت کے مسالک چار ہیں مگر ان سب کے لئے منبع افاضات،آپ ہی کا آستانہ ہے۔

سہروردی:

شیخ شہاب الدین سہروردی بانی طریقہ سہروردیہ ارشاد فرماتے ہیں مجھے عہد تعلیم میں فلسفہ وکلام سے از حد شغف تھا میرے چچا نجیب الدین مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور کہا یہ لڑکا "فلسفیات کو نہیں چھوڑتا" اس پر جناب شیخ نے مجھے آگے بلایا اور پوچھا بیٹا کون سی کتابیں پڑھ لی ہیں، اس کے بعد کا واقعہ خود ان کے الفاظ میں سنئے:

فمر يده على صدري، فوالله لما نزعها انا لا احفظ من تلك الكتب لفظة... ولكن وقر الله في صدري العلم الدني

"پس آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا، چنانچہ جونہی ہاتھ اٹھایا کہ مجھے ذخیرہ کتب سے ایک لفظ بھی یاد نہ رہا لیکن خدا نے میرے سینے میں علوم الدنیہ بھر دیئے۔"

چشتی:

حضرت خواجہ چشت کی آپ سے عقیدت مندی کا یہ عالم ہے کہ جناب کے ارشاد "قدمی هذا" کو سن کر کہا "بل على حدقة عيني" یعنی آپ کا قدم مبارک تو میری آنکھوں کی پتلیوں پر ہے۔ (فصحات الانس جامی)

نقشبندی:

نقشبندی طریق کے رہنما خواجہ مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ اپنے آخری مکتوب میں فرماتے ہیں "تا آنکہ نوبت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ رسید چوں نوبت ایں بزرگوار رشد وصول فیض و برکات دریں راہ پر کہ باشد از اقطاب و نجباء بدلا بتوسط شریف وے رضی اللہ مفہوم می شود۔ چہ ایں مرکز غیر او را میسر نہ شد، ازیں جاست کہ فرمودہ:

افلت شموس الاولين و شمسنا

ابدأ على افق العلى لا تغرب

(ترجمہ) یہاں تک کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آگیا، جب آپ کا زمانہ آپکا تو اب ہر کسی کو راہ (طریقت) کے فیوض و برکات آپ ہی کے ذریعے سے عطا ہو سکتے ہیں خواہ صالحین اور اقطاب و ابدال میں سے ہو کیونکہ یہ مقام کسی دوسرے کا نہیں، اسی لئے آپ نے خود فرمایا ہے:

دوسروں کی روشنیاں مدھم ہو گئیں مگر میرا خورشید

بلندی کے آفاق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا

ان حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ طریقت کے یہ سلسلے دراصل ایسی مشعل کی مانند ہیں جس میں مختلف رنگوں کے شیشے لگے ہیں مگر روشنی کا مرکز ایک ہی ہے اور وہ مرکز نور بغداد کا خورشید درخشاں ہے۔

تبلیغی زندگی:

اس باب میں ہم جناب شیخ کی دینی خدمات کے اس حصے کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جس کا تعلق تبلیغ و دعوت سے ہے یہ اس کتاب کا آخری باب ہے اور یہی ہمارا اہم ترین مبحث ہے کیونکہ اسلام میں اشخاص و رجال کی عظمت و مقبولیت کا راز انھی دینی تبلیغی اور اجتماعی خدمات میں مضمر ہوتا ہے۔ جب ہم جناب شیخ کی زندگی کو ایک مبلغ و داعی کی حیثیت سے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ گویا قدرت نے اس مبارک زندگی کو خاص اسی کام کے لئے پیدا فرمایا تھا کیونکہ اس زندگی کے گوشوں میں وہ تمام صلاحیتیں اور خصوصیتیں بدرجہ اتم جمع کر دی گئی تھیں۔ جو ایک کامل داعی دین کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔ آپ کی مجلس وعظ، آپ کے اسلوب بیان، آپ کے خطیبانہ مقام اور آپ کے کام کے اثرات و نتائج، غرض اس ضمن کی جس چیز پر نظر ڈالیے خصائص عالیہ سے متصف نظر آتی ہے۔

مجلس وعظ کی خصوصیات:

ایک مرتبہ جناب شیخ نے عمر بن حسین طیبی سے فرمایا "میری مجلس وعظ سے غیر حاضر نہ ہوا کرو کیونکہ یہاں روحانی برکات کی خلعتیں تقسیم ہوا کرتی ہیں" شیخ عمر طیبی کہتے ہیں "اس بات کو ایک مدت گذر گئی اور ایک دن میں آپ کے وعظ کے دوران میں ذرا اونگھ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے سرخ و سبز رنگ کی چمکتی ہوئی خلعتیں اتر رہی ہیں اور اہل مجلس کو مل رہی ہیں یہ دیکھ کر میں اچانک چونک گیا آنکھ جو کھلی تو جی چاہا کہ سب اہل مجلس کو مطلع کروں مگر شیخ نے منع فرما دیا۔"

شیخ ابو سعد قیلوی عراق کے اقطاب میں سے تھے بغداد کے قریب قیلویہ بستی میں رہتے تھے اور بغداد میں جناب شیخ کے مواعظ سننے کے لئے اکثر آیا کرتے تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے کئی مرتبہ آپ کی مجلس وعظ پر انبیاء کرام کے انوار اور بعض اوقات

جناب رسالت مآب ﷺ سید الانبیاء کا نور بھی چمکتا ہوا دیکھا ہے۔

دوران وعظ کرامات:

جب آپ مسندارشاد پر متمکن ہوتے تو قوت قدسیہ کی تائیدات ساتھ شامل ہوتیں اور بعض اوقات عجیب امور ظہور پذیر ہوتے۔ ۵۲۹ھ میں اندلس سے چل کر ایک شخص آیا مجلس وعظ میں پہنچا آپ کا وعظ سنا تبحر علمی کی شان دیکھ کر اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کاش جناب شیخ فلاں مسائل پر اظہار خیال فرمائیں تاکہ آپ کی تحقیقات سے میرے شبہات دور ہو جائیں جونہی اس کے دل میں خیال پیدا ہوا جناب شیخ نے قلبی تصرف سے معلوم کر لیا اور فی الفور انھی مسائل پر ایسی جامع تقریر کر دی جس سے اس شخص کی تشفی ہوگئی۔

ایک دن جب کہ آپ ایک بہت بڑے اجتماع میں وعظ کہہ رہے تھے ایک دم ابر چھا گئے اور بارش شروع ہوگئی۔ مجلس میں سے کچھ لوگ ادھر ادھر ہونے لگے آپ نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا اے بادل میں مخلوق خدا کو ذکر خدا کے لئے جمع کرتا ہوں اور تم منتشر کرنا چاہتا ہے۔'' راوی لکھتا ہے یہ کہنا تھا کہ بارش بند ہوگئی ان روایات سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دوران خطاب آپ کی معنوی اور قلبی کیفیات کس قدر منور ہوتی تھیں اور تائید ایزدی کس طرح شامل حال ہوتی تھی۔

خطیبانہ خصوصیات:

اگر ہم آپ کے روحانی، دینی مقام سے قطع نظر کرتے ہوئے آپ کو محض ایک خطیب کی حیثیت سے دیکھیں تو بھی فنی اعتبار سے آپ ایک بلند پایہ خطیب تسلیم کئے جائیں گے۔ قدرت نے آواز ایسی بلند اور بھرپور عطا کی تھی جو ہزارہا کے مجمع میں دور اور نزدیک سے یکساں سنی جاتی تھی۔ سینہ کشادہ تھا، پیشانی چوڑی اور بلند تھی، ڈاڑھی گھنی اور پھیلی ہوئی تھی، آنکھیں سیاہ اور چمکیلی تھیں چنانچہ جب منبر پر بیٹھ جاتے تو اہل مجلس پر سناٹا چھا جاتا اور جب بولنا شروع کر دیتے تو ایک ایک لفظ توجہ کے ساتھ سنا جاتا۔ آپ کا انداز بیاں بھی بہت سی خوبیوں پر مشتمل تھا۔ تشبیہات، تمثیلات، اور استعارات بھی استعمال فرماتے، مضمون بلند ہونے کے باوجود اتنا دلپذیر اور موثر ہوتا تھا کہ راستہ چلتے ہوئے لوگ کھڑے ہو جاتے۔ ابن کثیر لکھتا ہے کہ ''حقائق عالیہ کو وعظ کے رنگ میں لا کر بیان کرنے میں آپ کو بڑا کمال حاصل تھا۔''

تقریر کی حالت میں آپ کی قلبی طمانیت اور استقلال کا یہ عالم ہوتا تھا کہ ایک مرتبہ دوران تقریر میں چھت سے ایک سانپ گرا اور آپ کی گردن میں لپٹ گیا شیخ احمد بن صالح جیلی اسی واقعہ کے راوی ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ حاضرین پر ہراس طاری ہو گیا کہ مبادا کوئی گزند پہنچے مگر آپ نے سلسلہ کلام جاری رکھا اور اپنی جگہ سے حرکت نہ فرمائی اتفاق دیکھئے کہ اس تقریر میں آپ تقدیر کے مسائل پر گفتگو کر رہے تھے۔

ایک خطیب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ عوام میں مقبول اور ہر دلعزیز ہوتا کہ اس کی باتوں کو محبت و دلچسپی سے سنا جائے۔ جناب شیخ کی محبوبیت کا اندازہ یہاں سے ہوتا ہے کہ اگر آپ سفر پر جاتے تو جس بستی میں بلکہ جنگل میں قیام کرتے مخلوق خدا فرط عقیدت سے جمع ہو جاتی اور ویرانوں میں چہل پہل کے سے بندھ جاتے۔ بغداد میں جب بازار کی طرف نکلتے تو امیر و غریب استقبال کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ شہر میں جن مقامات پر وعظ کی مجلس منعقد ہوتی تھی وہ زبان زد عام و خاص ہو چکے تھے لوگوں کو جگہ اور پروگرام کا علم ہوتا تھا اور وقت مقررہ پر ہزارہا کی تعداد میں لوگ کھنچے چلے آتے تھے۔

خصوصیات وعظ:

آپ کے مواعظ کی عجیب ترین خصوصیت یہ تھی کہ ہر نشست کی گفتگو بہ یک وقت عوام اور خواص (علماء، وصوفیاء) ہر دو طبقوں کے لئے قابل فہم اور موزوں و مناسب ہوتی۔ علماء کی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ چار چار سو کی تعداد میں ایسے اہل علم ہر مجلس میں شریک ہوتے جو آپ کا ایک ایک کلمہ لکھ لیتے تھے اور عامۃ الناس پر تاثیر کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ وہ بے خود ہو جاتے آغاز میں ایک محلے میں وعظ کی ابتدا کی تھی مگر عوام کے بڑھتے ہوئے اجتماعات کے پیش نظر، شہر کی عیدگاہ میں مجلس کا انعقاد ہونے لگا اور پھر شہر کے مختلف مقامات میں ہفتہ وار محفلوں کا سلسلہ جاری کرنا پڑا۔ یہ سب باتیں عوام میں آپ کے مواعظ کی دلپسندی اور محبوبیت کی کافی دلیل ہیں۔

اس کے ساتھ ہی ہم دیکھتے ہیں کہ اولیاء اور صوفیاء بھی آپ کے وعظوں میں بکثرت موجود ہوتے۔ کیفیت یہ تھی کہ عراق کے دوسرے شہروں سے کئی صوفیا سفر کر کے مجلس وعظ میں حاضر ہوتے، چنانچہ شیخ علی ہیتی زریران کی بستی سے چل کر آیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں قیلویہ، نہر ملک، نہروان، موصل، یعقوبہ اور باوزان جیسے مقامات سے آکر بیشتر اہل اللہ حاضر مجلس ہوتے۔

مجلس وعظ میں مشائخ:

ایک روایت کے مطابق آپ کی ایک مجلس میں مندرجہ ذیل مشائخ اور صوفیاء موجود تھے۔

☆ شیخ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی	☆ شیخ بقا بن بطو نہر ملکی	☆ شیخ علی بن ابی نصر ھیتی زریرانی
☆ شیخ ابو یعلی محمد بن قرا	☆ شیخ ابو اعوا جا جوسقی	☆ شیخ مظفر جمال
☆ شیخ جلیل صاحب الخطوہ والزعقۃ	☆ شیخ ابو حفص عمر کیماتی	☆ شیخ ابو محمد حسن فارسی بغدادی
☆ شیخ ماجد الکروی	☆ شیخ عثمان بن مرزوق قرشی	☆ شیخ مطر الباذرانی
☆ شیخ خلیفہ بن موسیٰ اکبر	☆ شیخ یحییٰ بن محمد مرتعش	☆ شیخ ابو عبداللہ محمد دریالی قرشی
☆ شیخ ابو عبداللہ محمد موصلی	☆ شیخ ابو عبداللہ عراقی الخاص	☆ شیخ ابو العباس احمد قرشی
☆ شیخ سلطان بن احمد مزین	☆ شیخ ابو العباس احمد بن الاستاذ	☆ شیخ عثمان بن مرزوق بطائحی
☆ شیخ ابو سعید قیلوی	☆ شیخ ابو العباس احمد جوسقی	☆ شیخ ابو محمد عبدالحق حریمی
☆ شیخ عثمان طریفنی	☆ شیخ عباد البواب	☆ شیخ ابو بکر حمامی
☆ شیخ ابو محمد علی یعقوبی	☆ شیخ ابو حفص غزالی	☆ شیخ ابو حکیم بن ابراہیم نہروانی
☆ شیخ مکارم الاکبر	☆ شیخ جاکیر	☆ شیخ صدقہ بن محمد بغدادی
☆ شیخ ضیاء الدین ابراہیم جولی	☆ شیخ عثمان بن مرزوق بطائحی	☆ شیخ ابو العباس احمد یمانی
☆ شیخ داؤد	☆ شیخ عثمان بن احمد عراقی	☆ شیخ ابو بکر بن عبدالحمید شعیبانی
☆ شیخ ابو محمد احمد بن عیسیٰ کوبجی	☆ شیخ مبارک بن علی جمیلی	☆ شیخ عبدالقادرہ بن حسن بغدادی
☆ شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی المعالی	☆ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی	☆ شیخ ابو البرکات ابن معدان عراقی
☆ شیخ ابو السعود احمد بن ابی بکر حریمی عطار	☆ شیخ ابو القاسم عمر بن مسعود بزاز	☆ شیخ محمود بن عثمان اغال

ان جلیل القدر صوفیاء کی شرکت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ کے خطبات کس قدر مضامین عالیہ پر مشتمل ہوتے ہوں گے اور ان میں شریعت وطریقت ومعرفت کے قیمتی مسائل بیان ہوتے ہوں گے ورنہ ایک عام قسم کے وعظ میں صوفیاء کا شریک ہونا سمجھ میں نہیں آسکتا لیکن دوسری طرف دیکھتے ہیں تو عوام بھی ہزار ہا کی تعداد میں بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں اور پھر محض بیٹھنا، بلکہ ان کی زندگیاں بدلتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ بحر کیف ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ آپ کے مواعظ نے اصل مضمون اتنا بلند پایا ہوتا تھا کہ علماء اور صوفیاء اس کے محتاج تھے مگر زبان واندازِ بیان اتنا سادہ اور دردمند ہوتا تھا کہ عوام کے قلوب واذہان پر بھی گہرے اثرات پڑتے تھے اور فنِ خطابت کا یہ انتہائی کمال ہے کہ خطیب کی بات سے انسانیت کا ہر طبقہ مستفید ہوتا ہو۔

موضوع:

جناب شیخ کے مواعظ میں جن موضوعات کا بکثرت ذکر پایا جاتا ہے وہ تقریباً یہ ہے:

(۱) توحید۔ اسلام کی صداقت وحقانیت　　(۲) تصوف اور روحانیت

(۳) اتباعِ سنت اور اتباعِ صحابہ　　(۴) تقویٰ اور تزکیہ

آپ کے اختیار کردہ یہ عنوانات بھی محض ذوقاً یا اتفاقاً نہ تھے بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ امور اس عہد میں اسلام کی اشاعت وحفاظت کے تقاضوں کے عین مطابق تھے۔

اسلامی تعلیمات کا زوال تاریخی اعتبار سے پانچویں اور چھٹی صدی ہجری کا زمانہ اسلامی تعلیمات کے زوال اضمحلال کا دور تھا۔ اموی اور عباسی خلفاء کے ابتدائی سلسلے نے دیگر علوم اور زبانوں کا لٹریچر عربی میں منتقل کرنے کی جو مہم شروع کی تھی۔ وہ اول نظر میں علم اور دانش کی خدمت سمجھی جاتی رہی۔ چنانچہ مسلمان فضلاء اس کام میں پوری کوشش سے مصروف ہو گئے لیکن اس کا لازمی نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ مسلمانوں کے ذہن، فلسفہ اور عقلیت محضہ سے متاثر ہونے لگے اور اسلامی اعتقادات میں خدشات کا دور شروع ہو گیا۔

عقلیت محضہ:

عقلیت محضہ کی یہ تحریک مذکورہ صدیوں میں اپنے عروج پر تھی۔ یہی باعث ہے کہ حجۃ الاسلام غزالی اس کا ردِعمل بن کر اس دور میں ظاہر ہوئے۔

عیسائیت:

اس کے ساتھ یہ بات بھی پیشِ نظر رہے کہ اس وقت اسلامی خلافت روبہ زوال ہو رہی تھی اور سیاسی سلطنتی کمزوری کے سبب سے،

عیسائیت اسلام پر حملہ آور ہو چکی تھی۔ اس طرح علمی فکری اور معاشرتی طور پر اسلامی دنیا میں عیسائیت کے افکار و معتقدات پھیل رہے تھے اور اسلام کے لئے یہ ایک زبردست خطرہ تھا۔

شیعیت:

اس دور کی تیسری چیز یہ تھی کہ شیعی رجحانات روز بروز پکڑتے جا رہے تھے اور بالآخر اسی خلفشار نے عباسی خلافت کو قبر کے کنارے تک پہنچا دیا۔

ان مذکورہ عقلی و مذہبی فتنوں کے ساتھ لازمی طور پر مسلمانوں میں بے یقینی اور بے علمی پھیل رہی تھی۔ جو فسق و فجور کی حد تک پہنچ چکی تھی۔ اس وضاحت سے یہ بات نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ اس دور میں اسلام اور مسلمانوں کو مذکورہ چار بڑے خطرات سے واسطہ پڑ رہا تھا۔ جن کو مختصراً یوں شمار کر لیں:

۱۔ عیسائیت ۲۔ فلسفہ یونان اور عقلیت محضہ

۳۔ شیعیت ۴۔ فسق و فجور کی لہریں

اب جناب شیخ کی تقریروں کے موضوعات پر نظر ڈالئے اور دیکھئے کہ آپ کے ذہن عالی نے ان تمام فتنوں کا کسی بالغ النظری کے ساتھ مطالعہ کر لیا تھا۔ اور ان کے مقابلے کے لئے کیسے جامع اور مطابق ضرورت منصوبے کے ماتحت تبلیغ کا کام شروع کیا تھا۔

۱۔ عیسائیت کے معتقدات کو شکست دینے کے لئے آپ توحید کے مسئلے کی وضاحت فرماتے اور اسلام کی سچائی کو ثابت کرتے آپ کے بعض خطبات میں حضرت خضر سے مکالمہ پایا جاتا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں۔

''اے اسرائیلی بزرگ ٹھہر جاؤ اور ذرا اس محمدی کی باتیں بھی سن لو''

معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ''خضر'' کو عیسائیت کے ترجمان کی حیثیت میں لیا گیا ہے اور اس کے سامنے محمدی تعلیم کو پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ یونانی فلسفے اور عقل پسندی کی تحریک کے پیش نظر آپ نے روحانیت اسلامیہ کے اصول پیش کئے اور اس تحریک کا فطری علاج یہی ہے کیونکہ عقل کے مقابلے میں جب وجدان کے حقائق پیش کئے جاتے ہیں۔ ''عقل محض'' کی حیثیت صرف ''چراغ راہ'' کی سی رہ جاتی ہے اور انسان کو اپنے عروج کی منزل مقام وجدان پر نظر آنے لگتی ہے۔ امام غزالی گو ایک مدت تک فلسفے کا جواب فلسفے سے دیتے رہے۔ چنانچہ ''تہافتہ الفلاسفہ'' اسی دور کی یادگار ہے مگر بالآخر ان کو بھی اسی راہ کی طرف مائل ہونا پڑا جسے جناب شیخ ابتداء ہی سے اختیار کئے ہوئے تھے۔ فقہ، تصوف اور نبوت، ولایت کی جو بحث آپ کے ارشادات میں پائی جاتی ہے وہ اسی شعبے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

۳۔ تیسری چیز شیعیت تھی جس کی بنیاد انکار صحابہ پر رکھی گئی ہے اور نتیجہ کے طور پر اس میں سنت نبوی کا انکار بھی کرنا پڑتا ہے۔ اس کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو روکنے کے لئے آپ نے اصل بنیاد ''سنت'' کی اتباع پر زور دیا اور اس کے ساتھ ہی صحابہ رسول کی مدح سے اپنے خطبوں کو آراستہ کیا۔ تقریر کے علاوہ آپ کے لٹریچر میں بھی صحابہ کرام کی بہت شان بیان کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ ''غنیۃ الطالبین'' کے اکثر مقامات پر ان شبہات کا مدلل ازالہ فرمایا ہے جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام پر وارد کئے جاتے ہیں آپ فرمایا کرتے تھے کہ کوئی اُمتی خواہ کتنا ہی مقبول و مقرب کیوں نہ ہو جائے، ایک ادنیٰ صحابی کی گرد پا کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کی تعلیمات سے متاثر ہو کر بہت سے شیعہ تائب ہو جایا کرتے تھے چنانچہ ایک دفعہ شیعوں کا ایک گروہ مجلس ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

۴۔ فسق و عصیاں کے سیلاب کا علاج آپ نے تقویٰ، ورع، تزکیہ اور خوف خدا کی تعلیم و تلقین سے کیا لوگوں کو نفس کی شرارتوں سے مطلع کرتے اور اس کے وساوس سے بچنے کی راہیں بتلاتے ایسی آیات قرآنی بکثرت اپنی تقریر میں لاتے جن کو سن کر عوام جلد متاثر ہوتے ہیں اور خدا کی طرف رجوع لانے کا جذبہ ابھرتا ہے تقریباً ہر خطبہ ایسی ہی کیفیات کا حامل ہوتا تھا ذیل کا ایک اقتباس ملاحظہ کیجئے اس میں تاثیر کی گہرائی اور خطابت کی شان دونوں چیزیں نظر آتی ہیں۔ ''اے انسان! مالک حقیقی سے ڈر جو شخص صدق دل سے پرہیزگاری اختیار کرتا ہے۔ وہ ماسویٰ سے بری ہو جاتا ہے اے لوگو! ایسی باتوں کا دعویٰ نہ کرو، جو تم میں نہیں ہوتیں جب تک نفس کی کدورتیں نہیں مٹتیں دل کی کدورت نہیں مٹ سکتی جب تک نفس لعین اصحاب کہف کے کتے کی طرح رضائے الٰہی کے دروازے پر نہ بیٹھ جائے دل میں ہرگز ہرگز صفائی پیدا نہیں ہو سکتی۔

اور جب کامل صفائی (طمانیت قلب) پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ، ''اے مطمئن جان! اپنے پروردگار کے دربار کی طرف خوش و خرم آجا'' کی روح پرور صدا آئے گی۔ اس وقت اس کی عظمت و جلال کا مشاہدہ ہوگا۔ اور تیرے کانوں میں ''یا عبدی، یا عبدی انت لیو انا لک'' ''اے میرے بندے تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں'' کا خطاب جاں

فرواستائی دینے لگے انکا مضمون اور موضوع کے لحاظ سے آپ کے خطبات کی جو حیثیت یہاں بیان کی گئی ہے یہ ان لوگوں کے لئے زیادہ مفید ثابت ہوگی جو آپ کے خطبات اور مواعظ کا تفصیلاً مطالعہ کریں اور ایک سمجھدار قاری دوران مطالعہ اس حقیقت کا ضرور اعتراف کرے گا کہ تقاریر کا یہ ذخیرہ، مؤثر، مفید علمی اور قیمتی ہونے کی وجہ سے، اسلامی لٹریچر میں اپنی نظیر نہیں رکھتا اور اس کی افادیت آج بھی ویسی ہی ہے۔ جیسی کہ چھٹی صدی ہجری میں تھی۔

اثرات تبلیغ:

ایک مبلغ کی کوششوں کی قدر و قیمت جاننے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ اس کے ماحول میں اس کے کام کے نتائج کیا ہیں کیونکہ کامیاب تبلیغ ماحول کے سانچے کو بدل دینے کا نام ہے نہ کہ صرف کہنے کہلانے کا اور اس لحاظ سے جناب شیخؒ کا تبلیغی کام بہت اونچا مقام رکھتا ہے۔ آپ کے سیرت نگاروں کا متفقہ بیان ہے کہ آپ کا کوئی وعظ بھی کامیاب اور گہرے اثرات سے خالی نہ ہوتا تھا ہر مجلس میں لوگوں پر رجوع و انابت کی ایسی کیفیت طاری ہوتی کہ وہ تڑپتے، تلملاتے اپنی تاریک زندگیوں پر نادم ہوتے اور اٹھ اٹھ کر اپنی توبہ کا اعلان کرتے۔

مجلس وعظ کی شہرت اور تاثیرات کی خبریں سن کر دور دور سے ہر مذہب و ملت کے افراد سننے کے لئے آتے عیسائی، یہودی، مجوسی، مادہ پرست، عقلیت پسند، ملحد اور دہریے غرض ہر مکتب فکر کے لوگ چلے آتے۔ ان میں سے کوئی امتحان اور آزمائش کی نیت سے آتا اور کوئی تفریح و مشغلہ کے طور پر مگر جو مجلس میں پہنچ جاتا وہ اسلامی دنیا کے اس عظیم داعی وقت کا مدلل اور پر جذب خطاب سن کر مبہوت رہ جاتا اور اثر کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لے کر جاتا۔ اس طرح دوسرے مذاہب کے بہت سے لوگ مجلس وعظ میں آ کر مشرف بہ اسلام ہو جاتے۔

بلاد مغرب سے عیسائیوں کا ایک گروہ تلاش حق کے لئے چلا۔ ان کو بتایا گیا کہ تمہارا گوہر مقصود بغداد میں ہے چنانچہ وہ بغداد میں آ کر آپ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ یمن کا ایک راہب ایک دن مجلس میں آ کر کہنے لگا۔ میں صداقت کا آرزو مند تھا مگر منزل نہیں ملتی تھی۔ آخر ایک پکارنے والے نے پکار کر کہا تم عراق جاؤ اور شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاتھ پر اسلام لاؤ۔

جو ایمان لائے:

مشرف بہ اسلام ہونے والوں کا یہ سلسلہ آپ کے زمانہ تبلیغ میں ہمیشہ جاری رہا۔ شیخ شطنوفی کا محتاط اندازہ ہے کہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں میں سے پانچ سو سے زائد لوگ مسلمان ہوئے تھے۔ شیعہ لوگ عموماً بہت ضدی ہوا کرتے ہیں مگر آپ کی محفل میں کئی شیعہ بھی تائب ہو کر اہل سنت کے مسلک میں داخل ہوئے۔ "بہجۃ الاسرار" میں شیعوں کی ایک جماعت کا واقعہ درج ہے کہ وہ مجلس وعظ میں آئے اور آپ کی ایک کرامت دیکھ کر اپنے مسلک سے تائب ہو گئے گو اس عہد میں سیاسی حیثیت سے شیعیت کو ابھار اجا رہا تھا مگر آپ کے سلسلہ تبلیغ سے یہ بڑھتا ہوا زور بہت حد تک تھم گیا۔ چنانچہ صاحب طبقات نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ "آپ سے اہلسنت کو بہت تقویت اور تائید حاصل ہوئی۔"

جو تائب ہوئے:

فسق و فجور میں ڈوبے ہوئے لوگ بھی مشکل ہی سے سدھرا کرتے ہیں مگر کس قدر حیرت کی بات ہے کہ آپ کی تبلیغ سے ایک لاکھ زندگیاں راہ راست پر آ گئیں اور ان میں سے بیشتر صالحین کے طبقے میں داخل ہو گئے یعنی یہ کوئی مبالغہ نہیں کہ آپ ڈاکوؤں کو اپنے فیض نظر سے زاہد اور پارسا بنا دیتے تھے۔

اوپر کی سطور میں جو باتیں بیان ہوئی ہیں وہ مؤرخین کے محتاط اور محدود اندازوں کے مطابق ہیں ویسے اگر غور کیا جائے تو آپ کی تبلیغ نے اسلامی تاریخ میں اشاعت دین کا ایک شاندار باب کھولا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ آپ کے اثرات صرف بغداد یا عراق تک محدود نہ تھے بلکہ آپ کا کام عالمگیر حیثیت اختیار کر گیا تھا کیونکہ اول تو آپ کے ذاتی علم و فضل اور روحانی کشش نے ساری دنیا میں آپ کو معروف بنا دیا تھا اور ثانیاً بغداد کی بستی اس عہد میں اقوام عالم کے مجموعی معاشرے کا مرکز تھی اور پھر اسی بستی میں آپ کے اجتماعات وعظ بڑے بڑے پبلک مقامات پر منعقد ہوا کرتے تھے جن میں سے ہر اجتماع تقریباً لاکھ کی تعداد پر مشتمل ہوتا تھا اور تمام اقوام و ملل کے افراد موجود ہوتے تھے۔ یہاں سے خود بخود اندازہ ہوتا ہے کہ دنیا میں آپ کی برکات تبلیغ کی لہریں کیسی عظمت کے ساتھ پھیلی ہوں گی۔ جب کہ یہ سلسلہ سالہا سال تک متواتر جاری رہا تھا اور ایک خاص مؤثر حقیقت یہ تھی کہ عوام میں خواص میں، علماء میں، صوفیاء میں، اور امراء و سلاطین میں آپ کو جو عزت، عقیدت اور ہیبت حاصل تھی وہ آپ کے مواعظ کی حیثیت کو بہت بیش قیمت اور پر اثر بناتی تھی کہاں ایک عام واعظ کا کچھ کہنا اور کہاں ایک مقتدائے روزگار شخصیت کا ممبر تبلیغ سے دین کا پیغام پہنچانا، ذرا یاد کیجئے ایک ایسی ہستی جس کے در پر وقت کے فرمانروا جھکتے تھے جس کی مقبولیت اور مرجعیت عالمگیر تھی جس کے کاشانے پر ساری اسلامی دنیا کھنچی چلی آتی تھی اور جس کے پاس اس زندگی کی ساری سہولتیں جملہ

نعمتیں اور تمام دولتیں موجود تھیں۔ مگر اس کی اپنی دلچسپیاں یہ تھیں کہ اس کا سارا سارا دن قرآن وحدیث کی تعلیم میں گزر جاتا پھر کبھی وہ بغداد کی عیدگاہ میں اور کبھی اپنے مدرسہ وخانقاہ میں عوام کے اجتماعات کے سامنے ”قال اللہ وقال الرسول“ کے ترانوں میں سرمست وسرشار نظر آتا۔

ایک ایسا شخص کہ حیات دنیا کی رعنائیاں اس کے قدموں تلے ہوں زمانے کی حکومتیں اس کی بلائیں لیتی ہوں اور سارا عالم اسے خراج عقیدت پیش کرتا ہو لیکن وہ اپنی راہ پر چلتا ہی رہے اور ایک لمحے کے لئے بھی دنیا کی دلچسپیوں اور دلفریبیوں سے متاثر نہ ہو۔ اس کی راتیں سوز و درد میں، اور اس کے دن تبلیغ وخدمت میں گزرتے ہوں اس کی گفتار، اس کا کردار، اس کا اٹھنا، اس کا بیٹھنا، اس کا سونا، اور اس کا جاگنا غرض پوری کی پوری زندگی تبلیغ وارشاد ہو۔ بس ذرا سوچیئے کہ دین خدا کے ایسے متوالے اور پیغام رسول کے ایسے شیدائی سے کون متاثر نہ ہوتا ہوگا۔ ان کی گفتار سے کتنے پتھر موم ہوئے ہوں گے، ان کی زندگی سے کتنی زندگیاں پارس بنی ہوں گی، ان کی نگاہ سے کتنے بخت بیدار ہوئے ہوں گے اور ان کے نور جبیں سے کتنے چراغ جگمگائے ہوں گے۔ اس پرعظمت داستان کی تفصیل پوچھنا ہو تو بغداد کے درودیوار سے پوچھو، حلبہ برانیہ کی گلیوں سے پوچھو، قاضی ابوسعید کے مدرسے کے میناروں سے پوچھو اور یا اپنی تاریخ کے ان اوراق درخشاں سے پوچھو جن کو صدیوں سے غفلت کے غلافوں میں چھپا چکے۔

لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو

آپ کے کام پر ایک نظر:

ان صفحات میں علمی وروحانی اور تبلیغی خدمات کا جو تذکرہ ہوا ہے وہ اس لحاظ سے ہمیں حیرت میں ڈال دیتا ہے کہ یہ عظیم الشان کام، جو دراصل ایک بڑی جماعت کی منظم کوششوں کا نتیجہ ہوسکتا تھا صرف ایک زندگی، ایک وجود اور ایک انسانی عمر سے تعلق رکھتا ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ آپ مدرسے میں سینکڑوں طلباء کو خود پڑھا رہے ہیں، فتویٰ خود لکھ رہے ہیں، مسائل خود بتلا رہے ہیں، خانقاہ میں صوفیاء کو سلوک کی منزلیں خود طے کرا رہے ہیں، اخلاق آداب تزکیہ اور تہذیب کی تربیت خود دے رہے ہیں، مبلغین اور مدرسین کو ٹریننگ خود دے رہے ہیں، شہر کے مختلف مقامات پر اجتماعات کا انتظام خود کر رہے ہیں اور لاکھوں مخلوق میں بذات خود وعظ فرما رہے ہیں۔ انصاف تو یہ ہے کہ کام کے ان شعبوں میں سے ہر ایک شعبہ ایک مستقل ادارے کا تقاضا کرتا ہے مگر گذشتہ تفصیلات سے یہ حقیقت روشن ہو چکی ہے کہ یہ سارا انتظام صرف ایک شخصیت سے چل رہا تھا۔

اس عظیم القدر کام کی ایک دوسری جھلکی یہ ہے کہ آپ کے دارالعلوم میں چھ سو سے زائد طلباء تعلیم پاتے تھے، اگر ہر سال کم از کم دو سو طالب علم بھی سند تکمیل حاصل کرتے تھے تو بتیس ۳۲ برس کے عرصے میں کتنے فضلاء پیدا ہوئے ہوں گے۔ اسی طرح خانقاہ اور دارالافتاء کا کام بھی اسی عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔ وعظ وتبلیغ کا یہ عالم ہے کہ ہر ہفتے میں تین وعظ مستقل طور پر ہمیشہ ہوتے تھے۔ اس طرح ہر سال میں ایک سو چھپن خطبات بنتے ہیں، جو چالیس سال کے عرصے میں چھ ہزار دو سو چالیس ۶۲۴۰ کی تعداد تک پہنچ جاتے ہیں۔ اندازہ کیجئے اس مبلغ کے کام کی عظمتوں کا، جس نے قوم کو ساڑھے چھ ہزار ایسے قیمتی خطبات دیئے ہوں جس کو چار سو قلموں نے لفظ بلفظ محفوظ کر لیا ہو اور جس نے ہزار ہا عالم اور پارسا پیدا کر کے قوم کے دامن کو علم وفضل کے موتیوں سے بھرپور کر دیا ہو۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

غوث اعظم:

اس کتابچے کا مطالعہ کرنے کے بعد لفظ ”غوث اعظم“ کا مفہوم اور پس منظر سمجھ میں آجاتا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ”غوث اعظم“ اس لئے کہلاتے ہیں کہ دور صحابہ سے متاخر زمانوں میں آئمہ اسلامیات کے بعد آپ کی اسلامی خدمات سب سے بڑھ کر ہیں۔

آپ ہماری تاریخ کے اس نازک دور میں ظاہر ہوئے جب کہ سیاسی اضمحلال کے باعث علمی، فکری اور معاشرتی طور پر مسلمانوں میں باطل کے اثرات رچ رہے تھے۔ آپ نے ان حالات میں اشاعت دین کا عزم دل میں پیدا کیا اس کے لئے تیاری کی اور پھر ساری زندگی اسی محبوب مقصد میں صرف کر دی۔ چونکہ اسلام کی تعلیم ظاہر وباطن کے تزکیہ واصلاح پر مشتمل ہے۔ اس لئے جناب موصوف نے اپنی ذات میں دونوں روشنیوں کے چراغ فروزاں کئے خدا نے فطری صلاحیتیں بھی غیر معمولی عطا کی تھیں۔ بعد ازاں علوم وحکم کی تحصیل، محنت، ریاضت، عبادت، مجاہدات نفس اور رجوع الی اللہ کے ثمرات نے ”نور علی نور“ کا سماں پیدا کر دیا۔ ظاہر وباطن کی تکمیل وتطہیر کے بعد آپ تبلیغ ودعوت کے میدان میں اترے اور اس زندگی کی آخری سرحد تک، خدمت دین کی راہ پر مضبوطی سے قائم رہے۔ دنیا نے آپ کے افاضات سے جو روحانی وعلمی تربیت حاصل کی، اس کی یاد ہمیشہ ہمیشہ درخشاں رہے گی۔

✿ ✿ ✿

قصیدہ غوثیہ کا ایک خوبصورت اظہار

انا الحسنی والمخدع مقامی

سید ریاض حسین شاہ

سیدی وسندی ومولائی سید عبدالقادر الجیلانی قدس سرہ العزیز کا اسم گرامی ''وجود تقدس'' کی خوشبو ہے۔ آپ کی تاریخ بذات خود تاریخ کے ماتھے پر ''پرشباہت'' کا جھومر ہے۔ زاویہ علم میں بیٹھنے والوں کے لیے آپ کا حوالہ مضبوط ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ کے تصور سے ''آفات وبلیات'' برف کی طرح پگھلنے لگ جاتے ہیں۔ آپ مفسر بھی تھے اور محقق بھی، آپ شانِ ولایت کی آبرو بھی تھے اور پیغام نبوت کا عکس بھی، آپ بولتے تو بجلیاں تڑپتی تھیں، آپ خاموش ہوتے تو سکوت شب کا مزا دوبالا ہو جاتا، آپ بزم عاشقاں کے ہجوم میں جلوہ افروز ہوتے تو دھنک رنگ بکھیرتی، آپ سوئے دشمناں نگاہ اندازی فرماتے تو چرخ سپہر کا ماتھا عرق آلودہ ہو جاتا، آپ معلم بھی تھے اور داعی حق بھی، آپ نبی نہیں اور رسول نہیں تھے لیکن نبیوں اور رسولوں کے حسب ونسب کی نورانی کرنوں نے آپ کو اپنی آغوش میں پالا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے پیکر وجود میں شباہت، شوکت، دبدبہ، صولت، وفا اور آبرو ایسے پیوست ہو گئے تھے جیسے روشنیاں مہتابوں میں کبھی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ آپ کے خطبے ''لاشریک لہٗ'' کے مظہر تھے اور آپ کی تحریریں ''سہل ممتنع'' کا اظہار وابلاغ رکھے ہوتی تھیں۔ یوں تو آپ کی زبان سے نکلا ہوا ہر جملہ کبھی تلوار ہوتا اور کبھی گل سرسبد، حرفوں میں اُجالوں کے چراغ تڑپانا ان کی عادت تھی، لفظوں میں ''واردات روحانیہ'' کے سمندر موجزن کر دینا آپ کی کرامت تھی۔ آپ کی زبان، روح اور دل سے صادر ہونے والا ''قصیدہ غوثیہ'' لفظوں کا شاہکار نہیں معانی اور مطالب کی جنت ہے۔ جس کا ''نزول وورود'' انسان کو فکری، عملی اور عمرانی جہنم سے دور بہت دور لے جا کر ہم رکاب جذب وجنوں کر دیتا ہے۔ اس قصیدہ کے پڑھنے والے کے جہاں میں دنیا دوں، دال دنگ، صورت صارت، موج ماج کچھ نہیں بچتا۔ محبت الٰہیہ میں سوز دروں انسان کو مصلحتوں سے نکال کر ''حیرت وحارت'' کے ''جہاں لا یفہم'' کا راہی بنا دیتا ہے۔ جس قصیدہ کو پڑھنے والوں کی کیفیت یہ ہوتی ہو اسے لکھنے والے کا مقام کیا ہوگا۔ ''قصیدہ غوثیہ شریف'' پڑھتے ہوئے حافظ لدھیانوی کی بات یاد آتی ہے۔

بات کرنے کی ادا ہوتی ہے
نکہت گل بھی صدا ہوتی ہے

''قصیدہ غوثیہ'' جام محبت نوش کر کے ''وصل الٰہیہ'' کا اعلان ہے۔ سکر قوت مستی کا اعلان ہوتا ہے لیکن قصیدہ غوثیہ تخلیق کرنے والا عبدالقادر جیلانی المولی حیرت وسکر میں بھی دوست شناس رہتا ہے۔ مقامات کی رفعت عموماً خاک نشینوں سے بے نیاز کر دیتی ہے لیکن ''قصیدہ حریہ'' کا خالق مردان طلب کو اپنے رنگ میں رنگنے پر قادر رہتا ہے۔ محبت خلوت نشین کر دیتی ہے لیکن خواجہ بغداد ''قصیدہ عظیمہ'' میں اعلان کرتا ہے کہ طلب رکھنے والے تمام لشکر میرے ہمرکاب ہو جائیں اس لیے کہ میرا ساقی ساقی کوثر ہے جو جام طلب کو لبالب بھر دیتا ہے۔ ''شہنشاہ بغداد'' اپنے عالی نسب ہونے کے افتخار کو بھولتے نہیں، انہیں اپنے مقام کا علو ایک جذبہ محرکہ دیتا ہے جس سے ان کا تفرد اور نکھرتا ہے۔ قصیدہ غوثیہ اس خوبصورت آہنگ کی انتہائی خوبصورت تصویر ہے۔

سید عبدالقادر جیلانی ہر ایک کے مقام بلند کا قصیدہ شریفہ میں اعتراف فرماتے ہیں لیکن علی رضی اللہ عنہ کی نسبت کو آپ حضور ﷺ کے بعد ہر نسبت سے فائق جانتے ہیں۔ ''علم العقائد'' کی بحث بندیوں کی شیخ پروا نہیں کرتے جو کہنا چاہتے ہیں برملا کہتے ہیں۔

قصیدہ غوثیہ ہمیں بتاتا ہے کہ سیدی ومولائی ''حضرت تقریب'' میں اپنے آپ کو یگانہ وتنہا جاننے کے مشتاق ہوتے ہیں اور ہر مقام مشکل میں ''ذوالجلال'' ہی ان کے لیے کافی ہوتا ہے۔ قصیدہ غوثیہ کے فہم کا ایک نازک اور مشکل باب کھلتا ہے اور شیخ اپنے آپ کو پرواز میں سب سے آگے تصور کرتے ہیں۔ سامعین! محبوب کی چاہت میں سب سے آگے دوڑنا، سب کو پیچھے چھوڑنا اور سب سے قریب پرواز کرنا دعویٰ نہیں ہوتا محبت کا اعجاز ہوا کرتا ہے۔ حضرت سیدی عبدالقادر جیلانی اگر ایسا کرتے ہیں تو عجب کیوں لگتا ہے؟ بابا کا سچا عشق کمال کا ہر تاج ان کے سر پر رکھ دیتا ہے۔ آپ عشق کا کشتہ بن کر ''تسلیم ورضا'' کی تصویر بن جاتے ہیں نیاز اور عجز کا یہی مقام سرِ قدیم کو ان کا گلو بند بنا دیتا ہے اور آپ جو مانگتے ہیں وہ آپ کو ملتا ہے بابا کے عشق کی بارات میں تمام اقطاب جمع ہو جاتے ہیں۔ قصیدہ غوثیہ برق تپاں بن کر مظہر ہوتا ہے کہ بابا کا راز عشق آگ بن کر دریاؤں کو جلا دینے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ پہاڑ رائی اور ذرہ ناچیز دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کی آہ سرد سے آگ برف سے زیادہ ٹھنڈی ہو جاتی ہے، آپ کا راز حیات مُردوں کو زندگی کی حرارت دیتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بابا ماضی، حال اور مستقبل کو یکساں دیکھتے ہیں، بابا کے دست حق پرست سے جو حضور علیہ السلام کا مرید بنتا ہے بابا اسے سرشار کر دیتے ہیں، اُسے خوش رکھتے ہیں، اسے بے باک زندگی گزارنے کا درس دیتے ہیں۔ ''بابا المولیٰ'' اپنے مریدوں کو بے خوف ہونے کو منزل دیتے ہیں اور اپنی زندگی کو ان کے لیے نمونہ بنا کر پیش فرماتے ہیں۔ ''شادی عشق کی تقریب'' میں سرکار بغداد جب دلہا بنتے ہیں آسمان اور زمین کی ہر شے شہنائیاں بجاتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔

خدا کا یہ نائب دنیا کی ہر چیز کو اپنے خادم تصور کرتا ہے اور اپنے عشق کو اپنے دل سے پہلے کی تخلیق جانتا ہے۔ دنیا کا ہر ملک بابا کی ہتھیلی پر رکھا ہوا رائی کا دانہ محسوس ہوتا ہے لیکن بابا واشگاف بتاتے ہیں سعادتوں کی تسخیر علم واطاعت اور عقیدہ وعمل ہی سے ممکن ہوتی ہے۔ بابا دوستوں کو عمل کی تصویر بتاتے ہیں، گرم دنوں میں روزہ دار ہوتے ہیں اور راتوں کو عبادت میں سرشار موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔ دنیا کا ہر ولی آپ کو قدم بہ قدم لگتا ہے جب آپ "یدالدجیٰ" کی اطاعت میں بادیہ پیمائی کرتے ہیں۔ بابا کا منشور حیات، ان کی پہچان، ان کا نغمہ محبت، ان کی انسیت اور ان کی عظمت کا ہر نشان اس اظہار میں مضمر دکھائی دیتا ہے جب آپ فرماتے ہیں:

انا الحسنی والمخدع مقامی

واقدامی علی عنق الرجال

بابا کا یہ شعر اپنے لفظی جامے سے لے کر معنوی پیکر تک تین حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک "ان الحسنی" دوسرا "والمخدع مقامی" اور تیسرا "اقدامی علی عنق الرجال"۔۔۔۔میں چاہوں گا کہ مخدع پر تھوڑی گفتگو ہو جائے۔ یہ لفظ تینوں طرح پڑھا گیا ہے مَخدع، مُخدع اور مِخدع۔ مادہ اس کا خا، دال اور عین ہے۔ ابن فارس نے کہا اس کے بنیادی معنی مخفی رکھنے اور چھپانے کے ہیں۔ خدوع اس اونٹنی کو کہتے ہیں جو کبھی تو بہت سا دودھ دے دے اور کبھی اُوپر چڑھا لے۔ اس پر خدوع کا معنی ہوگا کبھی ظاہر کرنا اور کبھی چھپا لینا چنانچہ "خیدع" سراب کو کہتے ہیں۔ کسی بڑے کمرے کے پہلو میں چھوٹا سا حجرہ خیدع کہلاتا ہے۔

الخدوع وہ رہ جو کبھی نکھر جائے اور کبھی گم ہو جائے۔ جب بارش کم برسے تو عرب کہتے ہیں "خدع المطر" دگرگوں حالات کو "خدمت الامور" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں فریب اور دھوکہ کے معنوں میں یہ مادہ استعمال ہوا ہے لفظ کے آئینے میں ڈوب کر دیکھنے سے معنوی ترتیب کچھ اس طرح بنتی ہے۔

کبھی ظاہر کرنا کبھی چھپا لینا

کبھی برسنا اور کبھی رک جانا

ایک میں دو ہونے کا مفہوم

دھوکہ کھانا دھوکہ دے دینا

ایک حالت پر قائم رہنا

جذبات کو رو میں فیصلے کرنا

کسی چیز کی حقیقت تک رسائی نہ ہونا

سیدی وسندی ومولائی سید عبدالقادر الجیلانی نے مخدع لفظ صوفیا کے تتبع میں استعمال ہے۔ "روحانی دنیا" کی یہ وہ سیرگاہ ہے جس تک ہر کہ ومہ کی رسائی نہیں ہوتی۔ مقام غوثیہ کو غوث جانے اور جو لا نگاہ قطبیت کی حقیقت عامی شخص کیا جانے۔ دیدۂ کور کو نظر آئے کیا اور کیا دیکھے گویا "انا الحسنی" کے بعد "مخدع" مقام غوثیت بھی ہے اور غوث اعظم کی وہ تاریخ بھی ہے جو حقیقت، جذبہ محرک، مقام سکر وحیرت اور حسب و نسب کو اظہر من الشمس کر دیتی ہے۔

بابا لوگوں کو اچھی طرح محسوس کروا دیتے ہیں کہ جو صدا تم نے وادی حنین کے اندر "انا ابن عبدالمطلب" کی صورت میں سنی تھی۔ وہ رنگ جو تم نے "لافتی الاعلی" کی صورت میں دیکھا تھا، جو گرج تم نے وادی نینوا کے اندر "انا حسین ابن علی" کے آہنگ میں سماعت کی تھی۔ شام کے دربار میں علی کی شہزادی نے جس طرح ملوکیت کے تابوت میں جگر پاس کیل ٹھونکی تھی، شہنشاہ بغداد اس کو فراموش نہیں کر سکتے فرق تھا تو صرف اتنا ایک صدائے نبوت تھی، دوسری آواز معرفت تھی، تیسری آواز گھرانہ رسول کے تشخص کی وضاحت تھی اور آج کی آواز بغداد کے منبر سے صدائے دعوت بن کر ابھی تھی۔ غوث زماں ہر فتنے کی آنکھ میں آنکھ ڈال کر فرما رہے تھے۔

انا الحسنی

والمخدع مقامی

مجھے منبر پر دیکھنے والو! مجھے تنہا نہ جاننا۔ خدع میں ہوں تم میرے ظاہر کو دیکھ رہے ہو، میرا باطن اور ہے۔ میرا دوسرا مقام تمہیں دیکھنا ہوگا کبھی تنہا اور کبھی بارات رحمت کا دولہا، ظاہر دیکھو عبدالقادر باطن دیکھو "انا الحسنی" آواز سنو تو صدائے عبدالقادر، معنی پر کان دھرو، کبھی علی

بولے کبھی حسین گرجے، کبھی فاطمہ نسبت کا رنگ بکھیرے اور قسم حسن ازل کی جلوے ہی جلوے، رحمت ہی رحمت، رنگ ہی رنگ، کبھی مصطفےٰ بولے اور کبھی خدا بولے۔ مخدع مقامی بابا کی پہچان ہے۔ دراصل خدع اگر دھوکہ کی پٹی ہے تو وہ بابا کو نہ سمجھنے والے احمقوں کی آنکھوں پر بندھی تھی اور بابا اظہارِ حقیقت فرما رہے تھے۔

انا الحسنی و المخدع مقامی

شاید اس جملے کو سمجھنا اب بہت آسان ہو جائے گا کہ بابا نے 'اقدامی علی عنق الرجال' کہا۔ کس کافر کا یہ عقیدہ ہو گا کہ ولیوں کی گردن پر

حسن و حسین

اور فاطمہ و عائشہ

محمد ﷺ

مصطفےٰ و مرتضےٰ

کے قدم نہیں۔

ابن عربی کے فصوص اور فتوحات سے محسوس ہوتا ہے کہ طرح دار معانی کو لفظوں میں مہارت کے ساتھ جڑ دینا اس زمانے کے تصوف کا حصہ تھا۔ راہ سلوک میں فقر اور قسم کے ہوتے ہیں بعض صرف آخرت کی راہ دیتے ہیں اور بعض سے دنیوی منفعتیں بھی بندھی ہوتی ہیں۔ مقام غوثیت یہ تھا کہ **حسنه فی الدنیا و حسنه فی الاخرہ** دونوں جلوے موجود تھے ممکن ہے انا الحسنی سے اسی طرف اشارہ مقصود ہو۔

معاف کیجئے! ایک زمانے میں میرے ہاں ادارے کی تعمیر ہو رہی تھی۔ سامانِ تعمیر ننگے آسمان کے نیچے پڑا تھا۔ غربت نے مدرس و معلم کا اعزاز بھی بخشا تھا اور رات کو چوکیدار ہونے کی سعادت بھی۔ ایک چور آیا اور سریا چوری کرنا چاہا میں پیچھے دوڑا تو چور نے بغداد کی سرکار سے مدد مانگی 'گیارہویں والیا جے مدد کریں تے مناں' میں باوجود کوشش کے اسے پا نہ سکا۔ ہم لوگ جو بابا کا نام بیچتے ہیں، تصوف کی گولیاں بانٹتے ہیں، شریعت مطہرہ کے ساتھ مذاق کرتے ہیں اگر برا نہ جانو تو پرنٹ میڈیا سے لے کر الیکٹرانک میڈیا تک جو ہم نے حشر نشر کیا ہوا ہے، بابو سے بیبیوں تک جادو ٹونے کی دلیلیں غوث کے نام کی گرہیں ممکن ہے بابا نے چشم روحانیت سے دیکھ کر آواز ماری ہو

انا الحسنی و المخدع مقامی

سماعت نواز صاحبو!

مخدع 'باب اکرم یکرم' کا مفعول ہو تو پھر بات کچھ اس طرز کی ہے جیسے ندیم نے کہا تھا:

گل کی تو ہیں سب صفات مجھ میں
بس یہ ہے کہ قبر پہ کھلا ہوں

میں حسنی ہوں مجھ پر بڑے دھوکے ہوئے ہیں۔ حاشا و کلا میری مراد امیر شام نہیں ہیں۔ جیسے میرے بابا تاج پہنائیں میں اس کے سر سے کیوں نوچوں، جس سے میرے بابا صلح کریں اس سے میں کیسے ہٹوں، چلو اس کے بعد سبھی سیدوں سے جو سلوک ہوا تاریخ نے جو ستم ڈھائے ان کے جوانوں کو ذبح کیا ان کا نام لینے والوں پر جفا کی گئی لیکن سیادت میں کچھ فرق نہ پڑا، حیرت کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو جائیے اور انگلیاں دانتوں میں دبا کر سوچیے حسن مولیٰ نے جس سے صلح کی انہیں حکومت دے دی انہیں حضور نے مسلمان ہونے کی سند دی لیکن سید کہہ کر اپنے ہی بیٹے کو سیادت مآب ٹھہرایا۔ سرداری کے کو نورانی کے تاج میں ہے۔ غوث اعظم ممکن ہے مخدع میں حسن کی نسبت سے اپنا مقام بتا رہے ہوں۔ میں حسنی ہوں بظاہر حکومت دنیا والوں کی ہے لیکن بباطن میری سیادت کے جلوے دیکھنے والی آنکھ ہی دیکھ سکتی ہے۔ غوث زمانہ اپنے فقر اور اپنی باطنی حکومت کے سنگم میں دیکھنے والوں کے نظری فریب سے جو مفہوم پیدا ہوتا ہے اسے مخدع مقامی سے تعبیر کرتے ہیں۔

میں فکر سخن میں کہاں آ گیا
کہ زیر قدم آسمان آ گیا

ایک اور بات کی جا سکتی ہے لیکن اس کی تمہید میں عربی کا ایک اعتراف سناؤں گا کہتے ہیں 'الولد سرّ لابیہ' بیٹا اپنے باپ کا راز اور تاریخ ہوتا ہے۔ اس حقیقت سے کون منکر ہو گا کہ حضور ﷺ کی کائنات حُسن سے دو سمندر موجزن ہوئے تھے حسن اور حسین۔ مولا حسن کی اولاد تدبر، تفکر، تذکر، معاملہ فہمی، حکمت و مصلحت اور علم و عرفان کے بام عروج پر ہوتی ہے اور آقا حسین کی اولاد امجاد، سوز و آگہی، شجاعت و بسالت،

ایثار، اخوت اور علم وشہادت کی امین رہتی ہے۔ ہوسکتا ہے بابا اپنا "نجیب الطرفین" ہونا بتاتے ہوں باپ حسنی تھا اور ماں حسینی۔ آپ فرماتے "والمخدع مقامی" کبھی دیکھو تو تدبر وزہد کی معراج دیکھ کر حسنی ہونے کا گمان گذرے اور دعوت وارشاد دیکھ کر حسینی ہونے کا یقین پھوٹے۔ اوصاف کی اس دورنگی کو بابا اپنے شعر کے قالب میں ڈھالیں

انا الحسنی و المخدع مقامی
اقدامی علی عنق الرجال

سیدی وسندی ومولائی عبدالقادر جیلانی نے ممکن ہے اپنے طریق تربیت کی عظمت کی طرف اشارہ کیا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ نے تفہیمات میں بیان کیا ہے:

لقدفهم للطريقةالقادرية والنقشبندية ولجشتيةخاصيه على جدتهافالقادريةقريبةمن الاويسيه والروحانيه وان كان التعليم من الشيخ ظاهرولها قدم في الارتباط بالشيوخ والتفات المشائخ الى الطالب ليست لغير ها لان الشيخ عبدالقادر الجيلاني له شعبة من السريان فى العالم

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ بھی ہماری مدد کرتے ہیں:

باید دانست کہ واصلان ذات
ازیں بزرگواراں کہ بہ افراد ملقب اند
نیز اقل قلیل اند و اکابر صحابہ و ائمہ اثنا عشر
ان اہل بیت بایں دولت فائض اند
و از اکابر اولیا قطب غوث الثقلین
قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی
است بایں دولت ممتاز اند ہمیں امتیاز فضلے
باعث علو شان ایشاں شدہ است فرمودہ اند
قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ

کیا خوب فرمایا اعلیٰحضرت فاضل بریلویؒ نے:

نامدز سلف عدیل عبدالقادر
ناید بخلف بدیل عبدالقادر
مشامش گراز اہل قرب جوئی گوئی
عبدالقادر مثیل عبدالقادر

✿ ✿ ✿

ڈاکٹر پیر

شہزادہ فضیل عیاض قاسمی مدظلہ العالی

سجادہ نشین دربارِ عالیہ موہڑہ شریف
مرکزی نائب امیر جماعت اہل سنت پاکستان

گلاب جیسی رنگت، خوبصورت چہرہ، روشن آنکھیں، کشادہ پیشانی، گھنی داڑھی اور لہراتی زلفوں والی دلکش وجاذب نظر شخصیت یہ ہیں ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی جو کہ خطہ پوٹھوار کے عظیم صوفی اور مردِ قلندر حضرت خواجہ قاسم صادق موہڑوی علیہ الرحمہ کے پوتے اور ان کی فکر اور فقر کے امین ہیں۔ ڈاکٹر فضیل عیاض قاسمی جب گفتگو کرتے ہیں تو ایک ایک لفظ سے محبت رسول ﷺ کی خوشبو پھوٹتی ہے۔ ان کی باتوں میں صداقت، معصومیت اور اخلاص کی جھلک خاص طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ ہونٹوں پر ہر وقت ایک دلفریب مسکراہٹ سامنے بیٹھے ہوئے ہر شخص کو محبت اور اپنائیت کے حصار میں لے لیتی ہے۔ خدمت اور مہمان نوازی کے وہ انداز کہ اسلاف کی یاد تازہ ہو جائے۔ جدید تعلیم یافتہ ڈاکٹر پیر فضیل عیاض قاسمی نے اسلام آباد کے ایک سرکاری ہسپتال کی ملازمت کو ترک کیا اور اپنے بزرگوں کی راہ کو اختیار کرتے ہوئے اپنے شب وروز دین اسلام کی اشاعت اور مخلوق خدا کی اصلاح وفلاح کیلئے وقف کر دیئے۔ راقم الحروف نے "دلیل راہ" کیلئے انٹرویو کی درخواست پیش کی تو آپ نے ازراہ شفقت وقت عنایت فرما دیا۔ سید شبیر حسین شاہ گیلانی، محمد فیاض اعوان، قاری محمد اسلم ضیائی اور راقم الحروف نے ڈاکٹر صاحب سے جو گفتگو کی وہ سوال وجواب کی صورت میں "دلیل راہ" کے قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ عبدالمجید مغل

✿ دلیل راہ: ڈاکٹر صاحب آپ کے بہت مشکور ہیں کہ آپ نے ہماری درخواست قبول فرمائی اور گفتگو کیلئے ہمیں وقت عنایت فرمایا۔ ہم سب سے پہلے آپ کی زندگی کے ابتدائی ایام اور تعلیم کے متعلق جاننا چاہیں گے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: میں "دلیل راہ" کی ٹیم کا مشکور وممنون ہوں کہ آپ یہاں تشریف لائے اور ہمیں باہم مختلف امور پر گفتگو کا موقع مل رہا ہے۔ میری پیدائش 21 نومبر 1959ء کو راولپنڈی میں ہوئی۔ آپ جانتے ہیں کہ پیر خانوں کا ماحول کیسا ہوتا ہے۔ مریدین کی گہما گہمی میں اکثر صاحبزادگان تعلیم سے محروم ہی رہ جاتے ہیں۔ جب میں سکول داخل ہونے کی عمر کو پہنچا تو والد محترم نے جہلم میں ایک مکان کرائے پر حاصل کیا اور مجھے وہاں منتقل کر دیا۔ والد محترم نے نگرانی کیلئے اپنے ایک خادم کو ذمہ داری سونپ دی۔ کیپری ہنسو (Comprehensive) سکول جہلم میں تعلیم حاصل کی۔ جبکہ ڈگری کالج جہلم سے اعلیٰ درجہ میں F.Sc کیا اور پھر میڈیکل کی تعلیم کے لئے قائدِ اعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں اوپن میرٹ کی بنیاد پر داخلہ لیا۔ گھر سے دوری اور پھر بہاولپور کی سخت گرمی سے تنگ ہوا تو وہاں سے مائیگریشن کروا کر راولپنڈی میڈیکل کالج میں منتقل ہو گیا۔

✿ دلیل راہ: تعلیمی زندگی میں ذہانت کے اعتبار سے آپ اپنے آپ کو کس درجہ میں شمار کریں گے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: الحمدللہ! میں ہمیشہ اپنی پڑھائی میں نمایاں رہا ہوں۔ بلکہ قابلیت کی بنیاد پر ہر کلاس میں اسکالرشپ بھی لیتا رہا۔

✿ دلیل راہ: میڈیکل کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کیا آپ نے باقاعدہ پریکٹس بھی کی؟

☆ ڈاکٹر صاحب: ایک سال تک ہولی فیملی ہسپتال راولپنڈی میں ہاؤس جاب کیا۔ اس دوران دادا جی حضرت پیر زاہد خان صاحبؒ بیمار ہوئے۔ انہیں کڈنی پرابلم تھا۔ لہٰذا میں گھر آ گیا اور ایک سال تک ان کی خدمت کی۔ جب ان کی صحت بحال ہوئی تو میں نے پمز (PIMS) اسلام آباد میں بحیثیت میڈیکل آفیسر ملازمت کا آغاز کیا۔ اور تین سال تک میں اسی ہسپتال میں خدمات سرانجام دیتا رہا۔ اس دوران والدِ گرامی کا وصال ہو گیا۔ اب طبیعت ملازمت سے اچاٹ ہو گئی۔ والدِ گرامی کی زندگی ہمارے سامنے تھی۔ وہ حقیقت میں عاشقِ رسول ﷺ تھے۔ انہوں نے ساری زندگی مخلوقِ خدا کو اللہ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی محبت کا درس دیا اور دینِ اسلام کی تبلیغ کیلئے سرگرمِ عمل رہے۔ مجھے احساس ہوا کہ وہی کام کرنا چاہیے اور اسی مشن کو فروغ دینا چاہیئے جسے والدِ گرامی نے ساری زندگی اختیار کیے رکھا۔ چنانچہ چھ ماہ بعد ملازمت سے استعفیٰ دیا اور موہڑہ شریف ڈیرہ لگا لیا۔ والدِ گرامی کے شب و روز میرے سامنے تھے۔ میں نے انہی کے سے انداز میں اپنی سرگرمیوں کا آغاز کر دیا۔ ان سے روحانی نسبت رکھنے والے افراد کے ساتھ روابط برقرار رکھے اور یوں زندگی ایک نئے مگر بامقصد انداز میں گزرنے لگی۔ اب تو تقریباً پندرہ برس گزر چکے اس زندگی کا اپنا ہی لطف ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ کے والدِ گرامی حضرت پیر آفتاب احمد قاسمی علیہ الرحمہ نے زندگی کا زیادہ حصہ بیرون ملک ہی گزارا ہے۔ بیرونِ ملک ان کی دینی خدمات اور مساعی پر کچھ تفصیلات بتانا پسند کریں گے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: والدِ گرامی کا زیادہ تر قیام پاکستان میں ہی رہا ہے۔ البتہ سال میں تقریباً دو ماہ کیلئے آپ بیرون ممالک تبلیغی دوروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ والدِ گرامی سپین تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مسجد قرطبہ کا دورہ کیا۔ آپ کے ساتھ پچاس ساتھی تھے۔ آپ نے وہاں قرطبہ کی جامع مسجد میں اذان دی اور نماز بھی پڑھائی۔ اس وقت وہاں کچھ انگریز بھی موجود تھے جنہوں نے یہ منظر حیرت کے ساتھ دیکھا۔ اس موقع کی ویڈیو آج بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ ایک مرتبہ والدِ گرامی ماریشس کے دورہ پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ کی ملاقات کیلئے ایک ہندو ڈاکٹر آیا۔ وہ آپ کی گفتگو سے متاثر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ والدِ گرامی کے وصال کے بعد میں وہاں گیا تو اسے اطلاع ہوئی کہ اس کے شیخ کا بیٹا آیا ہے تو وہ خصوصی طور پر مجھے ملنے آیا۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ میں ڈاکٹر بھی ہوں تو بہت خوش ہوا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اسلام کی طرف کیسے مائل ہوا۔ تو اس نے بتایا کہ اس کی بیوی اس کے قبولِ اسلام سے پہلے مسلمان ہو چکی تھی۔ لہٰذا مجھے بھی اسلام کو سمجھنے کا اشتیاق ہوا۔ اس دوران آپ کے والدِ گرامی سے ملاقات ہوئی اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ ایک واقعہ اور بھی اسی طرح کا ہے۔ ایک ہندو نے والد محترم کی شخصیت سے متاثر ہو کر انہیں گھر پر دعوت دی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ دعوت قبول نہیں کریں گے کیونکہ وہ ہندو تھا۔ مگر والد صاحب نے فوراً کہا (I am ready to see you at your home) اس نے خیال کیا کہ شاید میرا دل رکھنے کیلئے کہہ رہے ہیں مگر میرے والد صاحب طے شدہ وقت کے مطابق اس کے گھر پہنچ گئے۔ آپ کے اس طرزِ عمل سے اس کے اندر ایک تبدیلی آ گئی۔ میرے والد صاحب نے اس پر اسلام کی تعلیمات پیش کیں۔ جب وہ راغب نظر آیا تو آپ نے فرمایا جب چھ ماہ بعد میں دوبارہ آؤں گا تو تمہیں باضابطہ طور پر دائرہ اسلام میں داخل کروں گا۔ وہ چھ ماہ اس شخص نے بڑی بے تابی سے گزارے۔ اس نے سوچا جو شخص وعدے کا اتنا

سچا ہے اس کا دین کتنا سچا ہوگا۔ چھ ماہ کے بعد میرے والد صاحب اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے دائرہ اسلام میں داخل کیا اور اس کا نام محمد عمر رکھا گیا۔ اب بھی جب میں وہاں جاتا ہوں اس سے ملاقات ضرور ہوتی ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ میڈیکل کالج میں پڑھتے رہے ہیں۔ جدید تعلیم اور پھر تعلیمی اداروں کا ماحول انسان کی مذہبی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ ایسے ماحول میں مذہبی سوچ رکھنے اور دین کا کام کرنے والوں کے بڑے مسائل ہوتے ہوں گے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: جس دور میں میں میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کر رہا تھا وہ ضیاء الحق کے مارشل لاء کا دور تھا۔ اس وقت تعلیمی اداروں میں ہر طرح کی سرگرمیوں پر پابندی عائد تھی۔ میڈیکل کالج کے طلبہ کسی حد تک mature ہوتے ہیں۔ انجمن طلبا اسلام کے ساتھ میری بھی وابستگی تھی۔ ڈاکٹر ظفر اقبال نوری صاحب بھی ہمارے کالج میں زیر تعلیم تھے۔ وہ انجمن طلبا اسلام (ATI) کے سرگرم رہنما تھے۔ ان سے مل کر مذہبی سرگرمیوں کی کوئی نہ کوئی راہ نکال لیتے تھے۔ ایک مرتبہ ربیع الاول میں ہم نے راولپنڈی میڈیکل کالج میں ایک مذہبی پروگرام ترتیب دیا جس میں قبلہ علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیا تھا۔ دوسرے سال پھر اسی طرح کا پروگرام ترتیب دیا۔ طلبہ یونین پر پابندی تھی لیکن مذہبی پروگراموں کیلئے کوئی نہ کوئی سبیل نکال ہی لیتے تھے۔

✿ دلیل راہ: ATI کے ساتھ وابستگی کس طرح ہوئی؟

☆ ڈاکٹر صاحب: جب میں قائداعظم میڈیکل کالج بہاولپور میں فرسٹ ایئر میں زیر تعلیم تھا تو وہاں ATI کا ایک پروگرام ہوا۔ اس وقت اکمل نام کے ایک طالب علم جو فائنل ایئر میں تھے وہ بڑے Devoted تھے۔ انہیں ATI سے بڑا لگاؤ تھا ان کے ساتھ مل کر میں نے ATI کے لئے کام شروع کیا۔ جب یہاں راولپنڈی میڈیکل کالج میں منتقل ہوا تو یہاں بھی یہ سلسلہ جاری رہا ڈاکٹر صدیق صاحب مری (گلیات) کے رہنے والے تھے وہ ATI میں بڑے ایکٹو تھے وہ مجھے اکثر پروگراموں میں لے جاتے تھے۔

✿ دلیل راہ: آپ کے والد گرامی پیر طریقت تھے۔ ہر وقت عقیدت مندوں کا آنا جانا، گہما گہمی کے اس ماحول کو آپ کس نظر سے دیکھتے تھے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: چونکہ آباؤ اجداد سے یہ سلسلہ جاری تھا۔ میری پیدائش بھی اسی ماحول میں ہوئی۔ جب بھی کانوں نے سنا ذکر ہی سنا کلمہ طیبہ کا ذکر۔ جس ماحول میں بھی آپ پلے بڑھے ہوں گے اس کے اثرات ساری زندگی آپ میں رہتے ہیں۔ ہمارے گھر کا ماحول ذکر و فکر کا ماحول تھا۔ میرے والد صاحب سچے اور سادہ انسان تھے مجھے ان پر فخر ہے جب بھی کبھی ان کے پاس بیٹھتے تھے تو وہ ہمیں نصیحت کرتے تھے کہ تم کبھی اس چہل پہل میں کھو نہ جانا کہ ایک درگاہ کے ساتھ تمہارا تعلق ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں مریدین ہیں، گاڑیاں اور دیگر آسائشات ہیں بلکہ اپنی تعلیم پر توجہ دو۔ جب تم اپنی تعلیم مکمل کر لو گے تو پھر اسی سچے اور پاکیزہ مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ سچائی کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔ اگر تم دین کیلئے اپنے آپ کو وقف کر دو گے تو اللہ تعالیٰ دنیا بھی عطا فرماتا ہے اور آخرت کی کامیابی اور فلاح بھی۔ اسی پاکیزہ ماحول میں میری تربیت ہوئی، میں مطمئن ہوں جب سے حضرت صاحب کا وصال ہوا اس کے بعد میں نے دنیا کے کونے کونے کا سفر کیا ہے۔ والد گرامی کے مشن پر کاربند ہوں۔ بہت سے پرانے دوست ڈاکٹروں سے ملاقات ہوتی ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے آپ اچھے ہیں۔ ان کے یہ الفاظ سن کر میں مزید مطمئن ہو جاتا ہوں۔ میں اپنی زندگی اور مشن سے بہت مطمئن ہوں۔

✿ دلیل راہ: آپ نے اپنے والد گرامی کے ہاتھ پر بیعت کی یا دادا محترم پیر خان صاحب علیہ الرحمہ سے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: جب میں میٹرک پاس کر چکا تو میں نے دادا محترم پیر خان صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ قبلہ والد صاحب کے وصال کے بعد میں چونکہ موہڑہ شریف میں ہی سکونت رکھتا تھا۔ اس دوران ایک مرتبہ میرے دادا حضور پیر خان صاحب نے جبکہ، آپ علیل تھے، مجھے اپنے قریب بلایا اور اپنی پہاڑی زبان میں مجھے بہت سی دعاؤں سے نوازا اور نصیحت فرمائی کہ دنیا کا لالچ کبھی نہ رکھنا اور اپنا ہاتھ ہمیشہ کھلا رکھنا۔ پیر قاسمی کے نقش قدم پر چلو گے تو دنیا تمہارے پیچھے چلے گی۔ اس موقع پر ہمارے خاندان کے بہت سے لوگ موجود تھے۔ پھر آپ نے مجھے والد گرامی کے مشن کو جاری رکھنے کیلئے بیرون ملک سفر کی اجازت عنایت فرمائی۔ میں نے پہلا دورہ دوبئی کا کیا پھر انگلینڈ گیا۔ امریکہ جیسے ملک میں جب میں پہلی دفعہ گیا تو وہاں میرے دوست ہیں ڈاکٹر خرم، انہوں نے مجھے دعوت دی کہ آپ وزٹ کیلئے آئیں تو میں نے انہیں کہا کہ میرا مشن محض وزٹ نہیں ہے۔ ان کے اصرار پر میں وہاں چلا گیا۔ ان کے علاوہ وہاں میرا جاننے والا کوئی نہ تھا۔ موہڑہ شریف کے تعلق والے لوگ تھے مگر ڈائریکٹ میرا تعلق کسی سے نہیں تھا۔ ڈاکٹر خرم صاحب کے ہاں میں سات دن ٹھہرا۔ جب وہاں گیا تو صرف ایک ڈاکٹر خرم جاننے والے تھے لیکن جب وہاں سے واپس ہوا تو سینکڑوں لوگ مجھے ائیرپورٹ الوداع کرنے آئے۔ سپین میں راجہ حبیب صاحب ہیں میں پہلے وہاں جا چکا تھا وہاں سے انہوں نے امریکہ میں دوستوں کو فون کیا کہ یہاں نیویارک میں ڈاکٹر صاحب آئے ہیں تو آپ ان سے رابطہ

کریں پھر اسی طرح بہت سے حضرات سے رابطہ ہوا۔ سارے لوگ میری محفل ذکر میں بھی شامل رہے اس کے بعد میں 12،10 سال سے وہاں جا رہا ہوں۔ وہاں پر میلاد شریف کا سب سے بڑا جلوس جو نکالا جاتا ہے اس کا اہتمام قبلہ والد صاحب کے مرید سید صفدر حسین شاہ صاحب کرتے ہیں۔ میں ہر سال وہاں جا کر اس جلوس کی قیادت کرتا ہوں۔ گذشتہ سال کے جلوس میں تقریباً 3 ہزار کے قریب افراد شریک ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعتیں پڑھی جا رہی تھیں۔ نعرے لگ رہے تھے۔ ذکر ہو رہا تھا اور ساتھ سیکیورٹی بھی کھڑی تھی۔ اس جلوس میں آخری خطاب بھی میرا ہوتا ہے۔

دلیل راہ: وہاں آپ کا خطاب اردو میں ہوتا ہے یا انگلش میں؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** ماحول کو دیکھ کر ہی زبان اختیار کرتا ہوں لیکن بعض اوقات زبان مکس ہوتی ہے کیونکہ اردو سپیکنگ کے علاوہ گورے بھی ہوتے ہیں۔

دلیل راہ: آپ کیا سمجھتے ہیں کہ بیرونِ ملک مذہبی پروگراموں میں ذریعہ گفتگو کون سی زبان ہونی چاہیئے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** آجکل میں دیکھ رہا ہوں یہاں پاکستان سے اکثر علماء و مشائخ بیرونِ ممالک جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر انگلینڈ کو ہی لے لیں۔ وہاں آپ کی تیسری نسل جوان ہو رہی ہے اور زیادہ تر English ہی بولتے ہیں۔ وہاں مساجد بھری ہوتی ہیں لیکن زیادہ تر تقاریر اردو میں ہی ہوتی ہیں پنجابی میں بھی ہوتی ہیں کیونکہ زیادہ لطف تو اپنی زبان میں آتا ہے یہ وہاں کے بزرگوں کیلئے تو ٹھیک ہے مگر وہاں کے جو نوجوان ہیں ان کے لئے مسئلہ ہوتا ہے وہ اس کو سمجھنا چاہتے ہیں لیکن سمجھ نہیں پاتے۔ گو یا وہ اسلام کی تعلیمات سے محروم رہتے ہیں۔ یہ کچھ گیپ ہے۔ دیگر فرقوں کے علماء کرام اس ضمن میں محنت کرتے ہیں۔ ان کی مساجد میں انگلش میں تقاریر ہوتی ہیں لیکن ہم میں یعنی اہل سنت و جماعت میں اس کمی کو میں محسوس کرتا ہوں۔

دلیل راہ: پرانے علماء جو وہاں گئے ہوئے ہیں کیا انہوں نے انگریزی سیکھنے کی کوشش کی ہے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** اکثریت نے کوشش نہیں کی کچھ حضرات ہیں جنہوں نے انگریزی سیکھی؟

دلیل راہ: کیا اچھا ہوتا کہ وہاں English کو بطور Language اگر سیکھا جاتا تو وہاں بیشک تھوڑی ہی تقریر کی جائے اور اردو میں ہی تقریر ہو لیکن آخر میں اگر 5 منٹ میں اس کا خلاصہ English میں پیش کر دیا جائے تو لوگوں کی تشنگی ختم ہو سکتی ہے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** یہ آپ کی بڑی اچھی تجویز ہے۔ میں نے اکثر یہی کیا ہے آخر میں 5 منٹ میں اگر خلاصہ English میں بیان کر دیا جائے تو نئی نسل جو اردو نہیں سمجھتی ان کیلئے فائدہ ہو جائیگا۔ زبان سیکھنا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں نے دیکھا کہ کینیڈا، امریکا اور کچھ دیگر یورپی ممالک میں جمعہ کا خطبہ انگلش میں دیا جاتا ہے۔ اسی طرح مجھے بھی ایک جگہ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں مجھے بھی کہا گیا کہ انگلش میں خطبہ دوں۔ اس طرف توجہ دینی چاہیے۔ یہ ضروری ہے ایک عالم دین کیلئے بے شک مختصر تقریر کریں مگر انگلش میں۔

دلیل راہ: اب تک آپ نے کن ممالک کے دورے کئے ہیں؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** میں تقریباً سارے یورپ میں جا چکا ہوں جس میں 20،15 ممالک ہیں۔ امریکہ کئی مرتبہ جا چکا ہوں۔ مشرق وسطیٰ جانا زیادہ ہوتا ہے۔ میں صرف England کو فوکس نہیں کرتا بلکہ دیگر ممالک میں بھی گیا ہوں خاص کر کینیڈا میں وہاں ہمارا اقراء Spiritual سنٹر آف کینیڈا ہے۔ ایک مولانا غلام رسول صاحب کا ہے ایک منہاج القرآن کا مرکز ہے دعوت اسلامی کا مرکز بھی ہے۔ مگر الحمدللہ سب سے زیادہ ایکٹو ہمارا مرکز ہے یہاں پر محفل ذکر و فکر، درود و سلام، میلاد شریف کی محافل، اولیائے کرام کے عرس کی محافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

دلیل راہ: کیا اس سنٹر میں بچوں کی تعلیم کا بندوبست ہے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** جی ہاں 70،60 بچے وہاں پڑھ رہے ہیں۔

دلیل راہ: جو مسلمان یہاں برصغیر سے جاتے ہیں یا جو وہاں کے باسی اسلام قبول کرتے ہیں ان کے کیا مسائل ہیں؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** وہاں جو بزرگ شہری ہیں وہ تو ٹھیک ہیں مگر مسئلہ وہاں نئی نسل کا (بالخصوص جس England میں رہنے والوں کا) ہے وہ دین سے بہت دور ہیں چونکہ وہاں کے ماحول اور ہمارے ماحول میں بہت فرق ہے وہ دین سے بہت دور جا چکے ہیں کچھ تو ٹھیک ہیں مگر اکثریت

وہاں خراب ہو چکی ہے۔ جو لوگ یہاں سے 25,20 سال پہلے گئے وہ زیادہ تر ان پڑھ تھے۔ وہاں ہی مستقل رہنے لگے۔ اولاد ان کی وہاں پیدا ہوئی۔ معاش کے چکر میں بچوں کی بہتر تربیت نہ کر سکے۔ وہاں کا ماحول ان پر پوری طرح اثر انداز ہو چکا ہے۔ بچے جب سکول سے آتے ہیں ان کے والدین معاشی مصروفیات کی وجہ سے گھر سے باہر ہوتے ہیں بچے ٹی وی دیکھتے ہیں وہاں کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں مگر بعض مذہبی لوگ ہیں وہ اس ماحول میں رہ کر بھی ہم سے بہتر ہیں زیادہ تر لوگ جو اہل سنت و جماعت کے ساتھ وابستہ تھے ان کی اولادیں غیر مقلد لوگوں کے ساتھ، وہابیوں کے ساتھ اور شیعوں کے ساتھ منسلک ہو گئیں اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ ان کا تعلق کسی مذہبی گھرانے کے ساتھ نہیں تھا جو ان کی رہنمائی کرتا۔

✿ دلیل راہ: سننے میں یہ آیا ہے کہ میڈیا کے ذریعے لوگوں کا رجحان اسلام کی طرف بڑھ رہا ہے ساتھ ساتھ گذشتہ 5 سالوں میں مسلمانوں پر دہشتگردی کا جو لیبل لگا ہے ان حالات میں وہاں کام کرنے کا موثر طریقہ کیا ہے ؟

☆ڈاکٹر صاحب: یورپ، امریکہ، کینیڈا کے لوگوں کی سوچ اور فکر کا انحصار زیادہ تر الیکٹرانک میڈیا پر ہے۔ وہ صبح اپنے گھروں سے نکلنے سے پہلے TV آن کر کے دیکھتے ہیں کہ موسم کی رپورٹ کیا ہے اور اس کے بعد اپنا شیڈول ترتیب دیتے ہیں۔ جب سے 9/11 کا واقعہ ہوا ہے اس کے بعد مغربی اقوام، خاص کر امریکہ نے مسلمانوں کی شناخت دہشتگرد قوم کی حیثیت سے کرائی ہے۔ وہاں کے میڈیا نے اس ایشو کو بہت اچھالا ہے وہ جب بھی کوئی داڑھی یا ٹوپی والا شخص دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ یہ دہشت گرد اور انتہا پسند ہے۔ جو مسلمان وہاں آباؤ اجداد کے وقت سے رہ رہے ہیں ان کی اولادیں وہاں پر ہی پیدا ہوئیں اور جوان ہوئیں۔ وہ وہاں کے شہری ہیں جنہوں نے پاکستان، انڈیا، بنگلہ دیش نہیں دیکھا ان کا ری ایکشن یہ ہے کہ اگر یہاں کے لوگ ہم کو Fernatic سمجھتے ہیں اگر ہمارا مذہب ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ داڑھی رکھو تو پھر ہم یہ بھی کریں گے۔ اس طرح وہ اور زیادہ شوق سے داڑھی بھی رکھتے ہیں عمامہ بھی باندھتے ہیں۔ وہ زیادہ دین پر کاربند ہو رہے ہیں۔

✿ دلیل راہ: ان کے نزدیک دین کا تصور واضح ہے یا وہ سنی سنائی باتوں پر یقین کرتے ہیں؟

☆ڈاکٹر صاحب: وہ عملاً مسلمان ہیں وہ جانتے ہیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے اس میں کوئی دہشتگردی نہیں ہے مغربی میڈیا اسلام کو جتنا بد نام کر رہا ہے اتنا ہی لوگ زیادہ اسلام کو Study کر رہے ہیں کہ اسلام کی حقیقت کیا ہے اور اس میں غیر مسلم بھی ہیں۔

✿ دلیل راہ: Media کو مسلم دشمنی پر ابھارنے والی طاقتیں کونسی ہیں؟

☆ڈاکٹر صاحب: یہودیوں کے پاس مضبوط معیشت ہے۔ Russia تو برباد ہو چکا ہے، اب امریکہ سپر پاور ہونے کے غرور میں مبتلا ہے اور امریکہ میں یہی لوگ میڈیا کو چلا رہے ہیں اور مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کر رہے ہیں ان کی اسلام دشمنی واضح ہے۔ ہم پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص کرم ہے کہ ہم سچے دین کے پیروکار ہیں اور جو سچے ہوتے ہیں ان کو کوئی ڈر اور خطرہ نہیں ہوتا ہے۔ غیر مسلم اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ اس کوشش میں ہیں کہ مسلمانوں کے اندر جو جذبہ یا تڑپ ہے اس کو ختم کیا جا سکے۔ عیسائیوں کی یہ حالت ہے کہ ان کے چرچ شراب خانوں میں تبدیل ہو چکے ہیں ان کے اندر مذہبی جذبہ اور تڑپ ختم ہو چکی ہے۔ مسلمان خواہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو وہ اپنی عبادت گاہ کو فروخت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا جبکہ عیسائیوں کے کئی چرچ مساجد میں تبدیل ہو چکے ہیں۔ بے عمل مسلمان بھی حضور ﷺ سے عقیدت و محبت رکھتا ہے۔ اور اسلام دشمن قوتوں کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے محبت رسول ﷺ اور دینی غیرت کو ختم کر دیا جائے۔

✿ دلیل راہ: یورپ میں آپ اسلام کا مستقبل کیا دیکھتے ہیں؟

☆ڈاکٹر صاحب: گذشتہ ادوار کے مقابلے میں موجودہ دور کو دیکھیں تو اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے آج سے 30 سال پیچھے چلے جائیں تو انگلینڈ میں گنتی کی مساجد ہوتی تھیں لیکن اس وقت الحمدللہ تین ہزار سے زائد مساجد ہیں ہم سے بہت زیادہ کوتاہیاں اور غلطیاں ہوتی ہیں لیکن ہمارے دین کی کاملیت اور حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ یہ ہمارے دین کا فیضان ہے کہ اسلام دشمنوں کے زہریلے پروپیگنڈے کے باوجود بھی وہاں بسنے والے مسلمان اپنے دین پر اتنے کامل طریقے سے عمل پیرا ہیں ہم سے زیادہ دین سے محبت کرنے والے ہیں، انہوں نے داڑھیاں بھی رکھی ہیں ذکر و فکر کی محفلوں میں بھی جاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ جتنا مزہ اسلام کی تعلیمات میں ہے کسی اور میں نہیں۔ انشاءاللہ ایک وقت آئے گا کہ یورپ میں اسلام کی روشنی ہر سو پھیلے گی، اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں۔ ہمارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم ہے۔ 9/11 کے

بعد پہلے سے زیادہ اسلام کی اشاعت ہوئی۔ جب میں کینیڈا میں گیا تو پہلے وہاں کوئی جاننے والا نہیں تھا اب ماشاء اللہ بہت بڑا حلقہ ہے۔ دو تین سو کے قریب افراد ہیں جو ہمارے اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ دو سال سے پہلے وہاں چند ایک سکھ مسلمان ہوئے ہیں اللہ نے ان کے دل میں ایمان کو ڈالنا تھا وہ اس دین میں آنا چاہتے تھے۔ کئی تبلیغی جماعتوں سے ملے۔ انہوں نے 5 مہینے ان کے ساتھ گزارے مگر وہ چاشنی اور تڑپ

انہیں نہیں ملی جس کے لئے وہ تڑپ رکھتے تھے۔ پھر اس کے بعد وہ مرزائیوں کے پاس گئے مگر وہاں بھی انہیں تسلی نہیں ہوئی۔ ایک دفعہ ہماری ایک محفل ذکر کا ریڈیو پر اعلان ہوا تو وہی سکھ ہماری اس محفل ذکر میں آگئے سترہ کے قریب وہ جوان تھے ہم بڑے حیران تھے کہ بغیر دعوت کے یہ کیسے آگئے مگر ہم انہیں نکال نہیں سکتے تھے۔ انہوں نے محفل ذکر میں شرکت کی اور پھر اسلام قبول کر لیا، ہم نے ان سے پوچھا کہ آپ کو کس چیز نے متاثر کیا ہے تو انہوں نے کہا اسی ذکر اور درود وسلام نے ہمیں متاثر کیا ہے۔ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ آپ کا طریقہ ہی حقیقی اسلام ہے۔

✿ **دلیل راہ:** تبلیغ کا مؤثر طریقہ کیا ہے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** میرا ایمان ہے کہ جس پیغام، مشن اور تحریر میں میرے آقا ﷺ کی محبت ہوگی وہی مؤثر ہوگا اور صوفیاء کا مشن اور مرکز ومحور بھی عشق رسول ﷺ ہے اس لیے صوفیاء کا فیضان جاری ہے۔ ورجینیا میں ایک جنگل میں سری لنکا کے ایک شیخ ہیں بابا بہاء الدین۔ ان کا مزار میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے امریکہ میں بھی ایک صوفی کا مزار بنا ہوا ہے۔ باقاعدہ گنبد بنا ہوا ہے وہاں کی مینجمنٹ کمیٹی جو بنی ہوئی ہے، امام سے لیکر سب لوگ نو مسلم ہیں وہ سری لنکا سے گئے ہیں اور قادریہ سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ ان میں سے ایک آدمی مجھے ملا۔ میں نے اس سے معلومات لیں تو اس نے بتایا کہ یہ بزرگ جنگل میں ایک مقام پر بیٹھا کرتے تھے۔ ہم دائرے کی صورت میں ان کے پاس بیٹھے، وہ جو الفاظ بولتے تھے ہمارے دلوں میں اتر جاتے تھے جب وہ دعا کرکے کھڑے ہوئے تو ہم سب ان کے فیضان سے مسلمان ہو چکے تھے۔

✿ **دلیل راہ:** پاکستان میں آپ کن کن علاقوں میں کام کر رہے ہیں؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** موہڑہ شریف کے حوالے سے پورے پاکستان اور کشمیر میں کوئی ایسا علاقہ نہیں جہاں بالواسطہ یا بلاواسطہ کام نہ ہو رہا ہو۔ ہمارے خلفاء و مریدین بھی ہیں۔ میں خود بھی کشمیر، پنجاب، بلوچستان، سندھ، سرحد میں جاتا ہوں۔ کچھ مصروفیات اس طرح ہوتی ہیں کہ سالانہ پروگرام ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں میں دوستوں کے گھروں میں بھی محفلیں ہوتی ہیں اور اس طرح مسلسل مصروفیت رہتی ہے۔ کچھ طے شدہ سالانہ پروگراموں کی وجہ سے بیرونی دورے بھی مختصر کرنے پڑتے جاتے ہیں۔

✿ **دلیل راہ:** آپ کی مسلسل مصروفیات کی وجہ سے آپ کی فیملی کو شکایت رہتی ہوگی؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** گھر والوں کا اکثر گلہ رہتا ہے والد صاحب کی وفات کے بعد میں نے 10 سال تک لگاتار سفر کیا ہے 2،2 اور 4،4 مہینے بعد کبھی گھر آنا اور پھر چلے جانا پروگراموں میں مصروف رہنا، اب کوشش کرتا ہوں کچھ وقت ان کو بھی دیا کروں۔

✿ **دلیل راہ:** کیا آپ کی شادی اپنے خاندان میں ہوئی ہے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** جی میری شادی فیملی میں ہوئی۔ میرے چچا محترم کی بیٹی سے ہوئی ہے۔

✿ **دلیل راہ:** جماعت اہل سنت کے ساتھ تنظیمی حوالے سے آپکی وابستگی حال ہی میں ہوئی ہے۔ آپ کو مرکزی نائب امیر مقرر کیا گیا ہے۔ آپ اس ذمہ داری کو کس نظر سے دیکھتے ہیں ؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** ہمارا مشن اور تمام صوفیاء کا مشن ایک ہی ہے جو جماعت اہل سنت کا بھی مشن ہے ہمارا کام بھی تو یہی ہے کہ اپنے مسلک کا دفاع کرنا۔ جب جماعت اہل سنت میں شامل ہونے اور کام کرنے کی مجھے دعوت ملی تو میں نے سوچا کہ دربار شریف کے امور ہیں۔ وہاں

ایک رفاعی ہسپتال بنایا ہے اسے بھی چلاتا ہے۔ کیا میرے لئے ممکن ہو گا کہ جماعت اہل سنت کیلئے وقت دے سکوں۔ میں نے چچا محترم پیر اولیاء بادشاہ فاروق صاحب اور دیگر ساتھیوں سے بات چیت کی تو انہوں نے کہا کہ اگر آپ وقت دے سکتے ہیں تو ضرور جماعت اہل سنت میں شامل ہوں صرف عہدہ لینے کی خاطر نہیں بلکہ کام کرنے کیلئے۔ دیگر رفقاء سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اہل علم نے آپ کو جماعت اہل سنت میں شامل ہونے کی دعوت دی ہے یہ ایک طرح کا انعام ہے آپ ان کی اس دعوت کو ضرور قبول کریں جب تک آپ چل سکتے ہیں آپ ان کے ساتھ چلیں۔ تو اسطرح میں جماعت میں شامل ہو گیا، اب میرے تمام تر وسائل اور جذبات جماعت اہل سنت کے ساتھ ہیں۔ ہم اس مشن کو آگے بڑھائیں گے۔ انشاء اللہ بھرپور طریقے سے ہم جماعت اہل سنت کی کاز کیلئے کام کریں گے۔

✿ **دلیل راہ:** جماعت اہل سنت پاکستان نے 9 مارچ کو لیاقت باغ راولپنڈی میں سنی کانفرنس کے انعقاد کا اعلان کیا ہے۔ حال ہی میں تخریبی کاروائی کے چند حادثات ہوئے۔ خاص کر محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ کو گولی کا نشانہ بنایا گیا۔ ان حالات کے باوجود جماعت اہل سنت نے فیصلہ کیا کہ سنی کانفرنس ضرور منعقد کی جائے گی۔ آپ کے خیال میں کن لائنوں پر کام کر کے کانفرنس کو کامیاب بنایا جا سکتا ہے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** چونکہ مجلس شوریٰ اور قیادت نے یہ فیصلہ کر دیا ہے کہ کانفرنس ضرور ہو گی تو اس کیلئے ضروری ہے کہ اپنے مسلک کے جو ساتھی ہیں، جماعت کے ساتھ وابستہ ہیں اور سرکار ﷺ کے ساتھ محبت کا رشتہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو فرداً فرداً اور میڈیا کے ذریعہ سے بھرپور دعوت دی جائے۔ میں نے اپنے دوستوں میں سے جس سے بھی بات کی ہے اس نے کہا ہے کہ ایک نہیں ہم دو گاڑیاں لائیں گے میری کوشش ہے کہ ایک سو گاڑیوں کا انتظام کروں گا (انشاء اللہ)۔ میں جہاں بھی جاتا ہوں سنی کانفرنس کا اعلان کرتا ہوں اور کہتا ہوں جہاں آپ ایک گاڑی لیکر جاتے تھے اب سنی کانفرنس میں وہاں تین تین گاڑیاں لیکر جائیں انشاء اللہ۔ لوگوں کے اندر جذبہ ہے پنڈی، گوجر خان، میر پور، ہری پور اور دیگر شہروں میں تقریباً ہر جگہ ہمارا حلقہ ہے چونکہ دربار شریف کے ساتھ ان کی وابستگی ہے انشاء اللہ یہاں کے لوگوں کو ہم Motivate کر رہے ہیں یہ لوگ شامل ہوں میرا یہ ارادہ ہے ہم اکٹھے ہو کر ایک جلوس کی شکل میں جائیں انشاء اللہ۔

✿ **دلیل راہ:** خانقاہی نظام میں کسی حد تک بگاڑ بھی آ گیا اگر کسی بھی دربار سے منسلک صاحبزادگان سے یا پیروں سے کوئی غلط کام ہو جائے تو لوگ اس کو اس طرح تنقید کا نشانہ بناتے ہیں جس سے سب مشائخ کو مطعون ٹھہرایا جاتا ہے۔ ان کی اصلاح کے حوالے سے کوئی طریقہ کار ہے تاکہ اس حوالے سے لوگوں کی سوچ بدل جائے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** موجودہ دور میں جس کسی نے چند عملیات سیکھ لیے یا اس حوالے سے کوئی کتاب پڑھ لی اس نے تعویذ لکھنے شروع کر دیئے تو اس نے اپنے آپ کو پیر بھی لکھنا شروع کر دیا۔ جبکہ طریقت کی حقیقت سے وہ لوگ واقف نہیں ہیں۔ یہ سب سے بڑی وجہ ہے بدنامی کی۔ بڑی بڑی درگاہوں کے متوسلین کو میرا مشورہ یہی ہے کہ اپنے بزرگوں کی خدمات کو سامنے رکھ کر آپ مل کر چلیں اور طریقت کا وہی طریقہ جو آپ کو بزرگوں سے ملا ہے اس پر آپ اپنا یقین پختہ کریں تو دنیا آپ کے پیچھے ہو گی۔ اگر دنیا کا لالچ کریں گے تو دین کو اور طریقت کو بدنام کرنے کا باعث بنیں گے۔ جعلی پیر لوگوں کے عقیدے خراب کر رہے ہیں اور یہ وباء صرف پاکستان میں ہی نہیں باہر بھی ہے۔ بہت سی درگاہوں میں جو گروپنگ ہو گئی ہے کہ اس کے پاس نہ جانا میرے پاس آنا میں بڑا پیر ہوں وہ کچھ بھی نہیں۔ اس سے مجھے بڑا دکھ پہنچتا ہے ایسا اکثر مقامات پر ہو رہا ہے۔ دعا کریں کہ یہ بیماری ختم ہو جائے۔ الحمد للہ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں جس جگہ والد صاحب چھوڑ گئے تھے اسی جگہ بیٹھا ہوں کوئی اور جگہ نہیں بنائی۔ اگر چاہتا تو بہت کچھ کر سکتا تھا لیکن دنیا کی لالچ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی نعمت سے نواز رکھا ہے۔ صرف مراکز ذکر و فکر بڑھائے ہیں۔ جہاں جہاں جگہ دستیاب تھی وہاں پر مساجد بنا دیں، سنٹرز بنائے، موہڑہ شریف میں 5 کروڑ لگا کر ایک ہسپتال بنا دیا۔ تمام پڑھے لکھے صاحبزادگان مثبت سوچ رکھ کر چلیں تو دینی لحاظ سے بڑا فائدہ ہے۔ اس کیلئے تعلیم بہت ضروری ہے اور عاجزی وانکساری بھی۔ اکثر صاحبزادگان کو میں نے دیکھا ہے کہ وہ اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کوئی دوسرا ان کیلئے نلکا کھولے تو وہ ہاتھ دھوئیں۔

✿ **دلیل راہ:** ابھی آپ نے موہڑہ شریف میں ہسپتال کے قیام کا ذکر کیا ہے اس پروجیکٹ کے بارے میں کچھ تفصیل بتائیں گے؟

☆ **ڈاکٹر صاحب:** چونکہ میں بنیادی طور پر ایک ڈاکٹر ہوں میرا پروفیشن بھی میڈیسن کا ہے۔ پانچ سال قبل میں نے یہ سوچا کہ گردونواح کے لوگوں کے لئے اور خاص کر دربار شریف میں جو زائرین آتے ہیں ان کے لئے فری علاج کا کوئی بندوبست ہونا چاہیئے۔ میں نے اپنے بڑے بھائی پیر اورنگزیب بادشاہ صاحب کی معاونت سے پچاس کمروں پر مشتمل 3 منزلہ عمارت تعمیر کروائی۔ الحمد للہ اب یہ ہسپتال کامیابی سے چل رہا ہے۔ یہ ایک رفاہی ادارہ ہے۔ اس وقت کئی طرح کے لیبارٹری ٹیسٹ کی سہولیات میسر ہیں۔ ہماری کوشش ہے کہ جلد ہی وہاں تمام قسم کے ٹیسٹ کرنے کی سہولیات میسر ہو جائیں۔ علاقہ کے عوام اس ہسپتال سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں اور لوگ اس سہولت پر بہت خوش ہیں۔

CMH ہسپتال کے ڈاکٹروں نے بھی ہمارے ہسپتال کی ٹیسٹ رپورٹس کو سراہا ہے۔ ہسپتال میں 24 گھنٹے علاج کی سہولت میسر ہے۔

✿ دلیل راہ: حضرت خواجہ قاسم صادق موہڑوی کا آبائی علاقہ موہڑہ شریف ہی تھا یا کسی دوسرے علاقہ سے ہجرت کر کے یہاں آباد ہوئے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: باواجی کے آباء واجداد کا تعلق ایران سے تھا آپکے والد سلطان جیون صوبہ کیان سے ہجرت کر کے آئے تھے اور کیانی خاندان سے آپ کا تعلق تھا۔ جب وہ ہجرت کر کے مختلف علاقوں سے ہوتے ہوئے مری کے دامن میں پہنچے تو انہی پہاڑوں کے اندر ڈیرہ ڈال دیا۔ یہیں پر آپکی پیدائش ہوئی۔ آپ فارغ التحصیل صاحب علم تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شروع میں آپ مولوی محمد قاسم کے نام سے مشہور تھے۔

✿ دلیل راہ: باباجی علیہ الرحمہ نے کہاں سے دینی تعلیم حاصل کی؟

☆ ڈاکٹر صاحب: جہاں تک میری معلومات ہیں انہوں نے دہلی سے تعلیم حاصل کی اور اس کے علاوہ برصغیر کے کچھ دیگر علاقوں میں علماء کرام سے تعلیم حاصل کی۔ وہ انتہائی خوبصورت تھے۔ چھ فٹ اور چار انچ آپ کا قد تھا۔ وقت کے پہلوان بھی تھے۔ بعدازاں اپنے شیخ کے حکم پر موہڑہ شریف کو اپنا مسکن بنایا اور 80 سال تک اس کو نہیں چھوڑا یہیں بیٹھے رہے۔ بس ذکر الٰہی اور یاد الٰہی میں مصروف رہے ان کی روح میں بھی ذکر تھا۔ کیہاں شریف (آزاد کشمیر) کے دربار سے آپ نے فیض حاصل کیا۔ خواجہ نظام الدین کیانوی (کیہاں شریف) سے آپ کو خلافت ملی تھی، اٹھ مقام سے آگے وادی نیلم میں ان کا مزار مبارک ہے۔ انہیں چار سلاسل میں بیعت کی اجازت تھی باواجی کو بھی انہوں نے چار سلاسل میں بیعت کی اجازت دی لیکن آپ نے سلسلہ نقشبندیہ کو ہی جاری فرمایا اور اسی میں بیعت فرماتے تھے۔

✿ دلیل راہ: کیہاں شریف کے باباجی کی نسبت چورا شریف سے تھی یا کسی اور جگہ سے تھی؟

☆ ڈاکٹر صاحب: باباجی کیانوی کی ڈائریکٹ بیعت جو ہے وہ سلطان الملوک سے تھی وہ آپ کے خاندان کے بہت بڑے ولی تھے اور ان کی بیعت اسی خاندان میں حضرت پیر عبدالمجید سے تھی۔ یہ روایت کیا جاتا ہے کہ بابا نظام الدین کیانوی نے چورہ شریف بھی حاضری دی لیکن بیعت اور اجازت آپ کو سلطان الملوک سے تھی۔

✿ دلیل راہ: آپکا سلسلہ طریقت حضرت مجدد الف ثانی کے خلفاء میں سے کن سے ملتا ہے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: حضرت خواجہ معصوم سے۔ جو کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کے صاحبزادے بھی ہیں۔

✿ دلیل راہ: آپ جب بیعت لیتے ہیں تو اپنے مرید کو کیا اذکار بتاتے ہیں؟

☆ ڈاکٹر صاحب: جو اپنے بزرگوں نے ہمیں عطا کئے ہیں وہ سلسلہ ہے اسم ذات کا ذکر۔ اس کے علاوہ کچھ وظائف نمازوں کے ساتھ یا جس طرح کسی کی استطاعت ہوتی ہے اسے اتنا بتا دیا جاتا ہے۔

✿ دلیل راہ: لباس آپ کون سا پسند کرتے ہیں؟

☆ ڈاکٹر صاحب: زیادہ تر سفید شلوار قمیض پہنتے ہیں دوسرے رنگ بھی پہن لیتے ہیں کالج لائف میں ٹراؤزر بھی پہنتا تھا جبکہ اب کبھی نہیں پہنا۔ دستار بھی کبھی کبھی پہنتا ہوں کیونکہ میں اس قابل نہیں ہوں۔ یہ بزرگوں کی نشانی سمجھ کر پہن لیتا ہوں۔

✿ دلیل راہ: خوشبو آپ کون سی پسند کرتے ہیں؟

☆ ڈاکٹر صاحب: خوشبو پسند ہے لیکن کوئی مخصوص نہیں بلکہ جو دستیاب ہو استعمال کر لیتا ہوں۔

✿ دلیل راہ: آپ یہ بتائیں کہ صبح سے شام یا پھر شام سے پھر صبح تک آپ کو کونسا وقت اچھا لگتا ہے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: (مسکراتے ہوئے) یہ بڑا Secret سا سوال ہے۔ مجھے سب سے زیادہ وہ وقت اچھا لگتا ہے جس میں ذکر کی محفل ہو چاہے صبح کی نماز کا وقت ہو یا عشاء کی نماز کا وقت۔

✿ دلیل راہ: آپ کی طبیعت کو کونسا موسم اچھا لگتا ہے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: موسموں میں خزاں کا موسم مجھے بہت اچھا لگتا ہے کیونکہ اس میں اداسی اور خاموشی ہوتی ہے شاید اسی لئے۔

✿ دلیل راہ: اس خطہ ارضی میں سب سے زیادہ پسندیدہ مقام؟

☆ ڈاکٹر صاحب: سرکار مدینہ ﷺ کے مزار پر انوار سے زیادہ پیاری کوئی اور جگہ کیسے ہو سکتی ہے۔

✿ دلیل راہ: کوئی یادگار واقعہ جس نے خوشگوار یادیں چھوڑی ہوں وہ کونسا ہے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: ویسے تو بہت سے واقعات ہیں لیکن سب سے خوبصورت واقعہ وہ میرا میڈیکل کالج میں ایڈمشن کا ہے (یہ میری والدہ کی دعا تھی) کیونکہ گھر والے سب کہہ رہے تھے بہت مشکل ہے میرے لیے مگر والدہ صاحبہ کی دعا سے اوپن میرٹ پر میرا داخلہ ہوا تھا دوسرا یہ کہ

جب میں انگلینڈ میں پہلی دفعہ گیا تھا تو اس وقت میں نوجوان سا تھا۔ وہاں میں نے یہ عہد کیا کہ میں یہاں سیر کیلئے نہیں آیا نہ ہی میں مریدوں سے تحفے تحائف حاصل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے میڈیکل کا شعبہ اس لئے ترک کیا کہ یہاں پر عزم ہو کر کام کریں گے اور والد صاحب کی یاد میں ایک اسلامی مرکز قائم کرونگا۔ میرے بھائی نے کہا یہ ناممکن ہے۔ اس دور میں بہت مشکل ہے۔ لیکن میں نے عزم کیا کہ میں یہ کام کروں گا۔ اللہ کی مہربانی سے صرف 3 سالوں کے اندر ہم نے وہاں مرکز قائم کر لیا۔ وہ وقت میرے لیے بڑا ہی یادگار تھا۔ اب الحمدللہ وہاں پر دو مراکز ہیں۔ یونان میں پہلی مسجد میں نے پنجتن کے نام سے قائم کی۔ آخر میں سب سے اہم چیز یہ کہ موہڑہ شریف کا جو مرکزی دربار ہے وہاں ہمارے پاس دو تبرکات ہیں جنہیں ہم عرس کے مواقع پر تمام زائرین کو دکھاتے ہیں اور یہ ہمارے لیے بڑا اعزاز ہے حضور سرکار دو عالم ﷺ کا جبہ اقدس اور میرے پردادا حضور کی دستار مبارک۔ یہ ہمارے دربار پاک کا قیمتی اثاثہ ہیں۔ ایک اور بات میرے ذہن میں آگئی کہ میرے دادا حضور جو صاحب طریقت بھی تھے اس دور میں کشمیر میں جو جہاد ہوا تھا 1949ء میں لیاقت علی خان کے دور میں چڑی کوٹ کے مقام تتری نوٹ کے ساتھ جو مورچہ تھا وہ میرے دادا حضور نے فتح کیا تھا اپنے مریدین کے ساتھ اور غازی کشمیر کا ٹائٹل حاصل کیا۔ میرے پاس اس کی سند بھی محفوظ ہے۔ TV والوں نے میرا انٹرویو کیا تو وہ سند میں نے ان کو دکھائی۔ وہ مورچہ میں پچھلے سال دیکھ کے آیا ہوں۔

✿ دلیل راہ: خواجہ قاسم صادق موہڑوی یا آپ کے دیگر بزرگوں کے متعلق کوئی کتاب لکھی گئی ہے ؟

☆ ڈاکٹر صاحب: دربار شریف کے متعلق ایک کتاب تو ہے وہ ابھی نامکمل ہے باقی انکے حالات زندگی پر دو تین ساتھیوں نے کتابیں لکھی ہیں۔ ایک میں نے لکھی تھی جو انگلش میں ہے۔ ''The Silence Sufi'' میرے والد صاحب قبلہ اور دادا حضور کی تاریخ ہے اس میں، لیکن میرا ارادہ ہے حضرت صاحب کے حالات زندگی پر ایک DVD تیار کرواؤں۔

✿ دلیل راہ: پیر ہارون الرشید صاحب کا سلسلہ طریقت جو ہے اسکی نسبت بھی خواجہ قاسم موہڑوی سے ہے یا کسی اور جگہ سے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: پیر نظیر احمد چونکہ باوا جی کے بڑے صاحبزادے تھے وہ بھی آپکے ساتھ کیہاں شریف جایا کرتے تھے اور وہیں سے بیعت تھے اصل سلسلہ طریقت نقشبندیہ ہی ہے ہمارا بھی اور ان کا بھی۔

✿ دلیل راہ: حضرت خواجہ قاسم صادق موہڑوی علیہ الرحمہ کا خطہ پوٹھوار میں بڑا فیضان ہے۔ کن کن علاقوں میں حضرت باباجی کے خلفاء گزرے ہیں؟

☆ ڈاکٹر صاحب: آزاد کشمیر میں دربار نیریاں شریف ہے۔ وہاں خواجہ محی الدین غزنوی مزار ہے۔ انہوں نے 11 سال موہڑہ شریف میں خدمت کی۔ حضرت باباجی موہڑوی نے انہیں اور ان کے تین بھائیوں کو خلافت عطا فرمائی۔ کھمکول شریف، بھنگالی شریف، رجوعیہ شریف (ہری پوری)، تلہ گنگ میں کوٹ گلہ شریف، پیر سید مزمل شاہ صاحب سرگودھا والے، سندھ میں پیر ایرانی شاہ صاحب۔ ایران سے آئے جو کہ شہنشاہ ایران کے پرنسپل سیکرٹری تھے، بمبئی میں حاجی ملنگ، کشمیر میں پیر یونس صاحب، پالکی والے فیض اللہ صاحب پاکستان کی چند بڑی بڑی درگاہیں ہیں جہاں حضرت خواجہ محمد قاسم موہڑوی علیہ الرحمہ کا فیضان ہے۔ 150 کے قریب سادات خلفاء اس کے علاوہ ہیں۔ حکیم فضل کریم صاحب جو ابھی حیات ہیں انہوں نے داداجی کی نماز جنازہ پڑھائی تھی، یہ سرگودھا میں ہیں۔ موہڑہ شریف کو اعزاز حاصل ہے کہ میرے داداجی کی جو ہمشیرہ ہیں ان کی شادی بغداد میں حضرت سیدنا غوث الاعظم شیخ عبدالقادر گیلانی علیہ الرحمہ کے عظیم سادات خاندان کے ایک فرزند آغا سید یوسف گیلانی سے ہوئی۔ سید یوسف گیلانی نے حضرت داداجی کے ساتھ کشمیر کے جہاد میں بھی شرکت فرمائی۔ بعد میں انہوں نے پاکستان میں ہی سکونت اختیار کر لی۔ سید یوسف گیلانی کے جو پوتے ہیں ان کی شادی میرے بھائی پیر اورنگزیب بادشاہ کی صاحبزادی سے ہوئی ہے۔

✿ دلیل راہ: سیاسی طور پر ہم اہل سنت کا کوئی مضبوط سیٹ اپ نہیں ہے۔ اہل سنت کے ایک رہنما ہونے کے ناطے آپ کیا سمجھتے ہیں ہمارا سیاسی مستقبل کیا ہے؟

☆ ڈاکٹر صاحب: وقت کا تقاضہ ہے کہ ہمیں ہر فیلڈ میں آگے آنا چاہیے وہ سیاسی ہو مذہبی، سماجی یا روحانی۔ ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔ سیاسی طور پر بڑے کمزور ہیں اکثریت ہونے کے باوجود ہم میں وہ طاقت نہیں ہے۔ دوسرے لوگ کم ہیں مگر اسمبلی میں ان کی بات سنی جاتی ہے۔ چونکہ ہم میں اتفاق نہیں، اتحاد نہیں یہ بڑا ضروری ہے جماعت اہل سنت کیلئے یہی میرا پیغام ہے کہ اس کا دائرہ کار صرف مذہبی سرگرمیوں تک محدود نہ رکھا جائے۔ بلکہ ایسی شخصیات جو اپنے حلقوں میں مضبوط ہیں ان کو ساتھ لے کر سیاسی طور پر آگے بڑھنا چاہیے تاکہ سیاسی میدان میں بھی ہم مضبوط ہوں۔

✿ ✿ ✿

پاکستان سُنّی کانفرنس

میں

شاہ جی

کا تاریخی خطاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عالی مرتبت صدر کانفرنس پیر سید مظہر سعید کاظمی

جماعت اہل سنت کی دعوت پر تشریف لانے والے

عظیم تر علماء، مشائخ، سادات، دانشوران ملت

اور پیارے دینی بھائیو!

اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ اظہار تشکر اور ختمی مرتبت پر والہانہ درود و سلام ۔۔۔۔۔۔ کے بعد ۔۔۔۔۔۔ آپ کو اللہ تعالیٰ جزائے نور و خیر عطا فرمائے ۔ افراتفری اور بحران کے باوجود آپ نے ہمت کی اور نظریاتی قوت اور طاقت کی تپش میں اس اہم اور ضروری اجتماع میں شریک ہوئے ۔ صبح سے لے کر اب تک علماء و مشائخ نے جو راہنمائی کے موتی بکھیرے وہ میرا اور آپ کا سرمایہ ہے ۔ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا علم وہ وسعت نہیں رکھتا جسکے وسیلہ سے میں منزل تک پہنچنے والے راستے کا فی الفور تعین کردوں لیکن قوموں کے لیے اللہ تعالیٰ کی بندگی، عشق رسالت، خلوص اور نظریاتی وابستگی وہ عظیم اسلحہ ہے جسکی موجودگی میں وہ بدی کی بڑی سے بڑی طاقت سے ٹکرا سکتے ہیں ۔۔۔۔۔۔"

میں دیکھ رہا ہوں آپ کی آنکھوں میں ایک سوال ابھر رہا ہے کہ گولے بارود کی گھن گرج میں سنی کانفرنس منعقد کرنے کی منطق کیا ہے ۔۔۔؟ میرا جواب سادہ، واضح اور واشگاف ہے کہ ہمارے اسلاف نے کیا دین مبین کی حفاظت، دعوت حق کے ابلاغ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے سازگار حالات کا انتخاب یا انتظار کیا یا اسکے برعکس صحرائے کربلا، افق بغداد، اقابت ہند، توبیخ سومنات اور تحریک پاکستان میں حالات کی ہر سنگینی، وحشت اور دہشت کا مقابلہ شاخ آہو کی طرح سخت کوشی، محنت اور قربانی سے کیا ۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت ہی کی کوششوں کو بار آور ہونے کی سند فطرت نے عطا کی ۔ اور بفضلہ تعالیٰ ہماری تاریخ حق و حقیقت کے تسلسل کا نام ہو کر رہ گئی ۔

الحمدللہ والصلوٰۃ علیٰ نبیہ و حبیبہ و الٰ حبیبہ

ہمیں ہرگز اس بات کا دعویٰ نہیں کہ اصلاح احوال کے صرف ہم ہی نقیب ہیں لیکن میں اتنا ضرور کہوں گا کہ ہمارے بغیر کاروان انسانیت کا چرخ کبھی گھوما نہیں ۔ ہمارے اس دور مسعود یا نا مسعود میں ہر مذہبی طبقہ کی ہر حکمت ناکام ہو چکی ہے ۔ راہ ہدایت کا ہر مسافر بے منزل ہو کر راستے ہی میں تھک ہار کر بیٹھ رہا ہے ۔ یہود و ہنود اور مغربی تو ثنیت کے پرچم بردار تازہ طاغوت بن کر سامنے آرہے ہیں مسلمانوں کے وجود کو کھوکھلا کرنے کے لیے مذموم حرکتیں عمل میں لائی جارہی ہیں ان حالات میں آج کی اس سنی کانفرنس میں اسلاف کا پہلا سبق میں آپ کو یاد کراؤں گا ہمیں زیادہ توجہ اسی پر دینی چاہیے اور یکسو ہو کر صوفیائے کرام کی راہ پر چلنے کا عزم کرنا چاہیے ۔

ایمان اور عمل صالح، اسلام سب سے زیادہ زور عقیدہ، ایمان اور اعمال صالحہ پر دیتا ہے ۔ ہمیں سب سے زیادہ فکر عقیدہ و عمل ہی کی ہونی چاہیے حضرت آدم سے لے کر حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات تک ایک خاص نظریے کی طرف لوگوں کو بلاتے رہے ۔ دعوت دین پر وہ کسی مفاہمت کا شکار نہیں ہوئے ۔ صحابہ ؓ اور آل پاک بعد ازاں چشتی، نقشبندی، قادری اور سہروردی درادیش اور فقراء نے عقیدہ سازی اور ایمان سازی کی موثر تحاریک چلائیں ۔ ان کے نزدیک کوئی اخلاق اور کوئی خدمت اس وقت تک بار آور ثابت نہیں ہوسکتی جب تک کہ اللہ کی ذات پر ایمان و اعتقاد اور اعتبار و اعتماد پختہ نہیں ہوتا ۔ اور حضور ﷺ کی ذات سے والہانہ تعلق نہیں بنتا ایسا تعلق جو آپ کی ذات کو ہر زاویے سے بے عیب دیکھنے اور جاننے کا محرک بن جائے ۔ آج کی اس عظیم الشان سنی کانفرنس میں پہلی اور اساسی دعوت محافظت ایمان و عقیدہ کی دعوت ہے ۔ آپ حکومتی عروج و زوال سے بے نیاز ہو کر اس جوہر کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کریں اور روحانی مراکز، مساجد، مجتمعات اور پنچائتوں کو اس عظیم اصلاحی کام کے لیے وقف کریں اور اپنے آپ کو سیماب نظر بنانے کی سعی فرمائیں ۔۔۔۔

تصادمات میں احترام کی شکل قائم رہے مجھے احساس ہے کہ ہماری چھوٹی سی دنیا تصادمات کا شکار ہو چکی ہے اور ماضی کی تاریخ نے بھی اس سلسلہ میں ہولناک نقوش چھوڑے ہیں ۔ انسان اور فطرت کا ٹکراؤ ہو رہا ہے ۔ انسان انسان سے لڑ رہا ہے ۔ مظلوم انسان اپنے ہی اندر والے انسان سے کشمکش کا شکار بنا دیا گیا ہے ۔ انسان کی فطرت سے جنگ نے ایٹمی سائنس کو جنم دیا ہے دوسرے تنازعات سے سیاسی رگڑے جھگڑے پیدا ہو چکے ہیں ۔ آج کے بدنصیب انسان کو سکون کی ہوا کسی بھی طرف سے پیغام راحت نہیں پہنچا رہی ۔ ہمیں ایک ایسے دین، ایسے نظام اور ایسی قیادت کی ضرورت ہے جو خوفناک تصادمات میں انسانیت کا احترام لوگوں کے دلوں میں پیدا کرے ۔ اخلاقی قدروں کے احیاء کی طرف بلانے اور لوگوں کی عزتوں کو پامال کرنے کی بجائے انہیں سماجی اور روحانی اطمینان کا پیغام دے ۔ یقیناً یہ عظیم کام اسلام کے نظام اور صوفیائے کرام کی متوازن تعلیمات سے ممکن بنایا جاسکتا ہے ۔ اگرچہ میرا یقین ہے دنیا میں ہر دور کے اندر اسلام کے ماننے

والوں کی دو ہی شکلیں رہیں۔۔۔۔۔۔روحانی اور سیکولر۔۔۔۔۔۔بلاشبہ اس وقت جتنے مسائل مذہب کے حوالے سے دکھائی دے رہے ہیں یہ انہی لوگوں کے پیدا کردہ ہیں جو روحانیت پر یقین سے محروم ہیں انکی صفوں میں چشتی، قادری، نقشبندی اور سہروردی نہیں ہیں۔اس وقت بھی گلوبل ولیج میں ان تھک، بے لوث اور پر خلوص کام کرنے والے صوفیائے کرام کی ضرورت ہے اور آج کی سنی کانفرنس میں جس انقلاب کی طرف ہم نے بڑھنا ہے وہ گلوبل ولیج میں متوازن، پرامن اور نتیجہ خیز کوششوں کے وسائل کے ساتھ دنیا کو اسلام کے دامن سے وابستہ کرنا ہے اور ہمارا زیادہ زور خدمت، اخلاق اور احترام آدمیت پر ہونا چاہیے۔

دنیا میں باوقار مقام حاصل کرنے کے لیے برتری کی جنگ برتری کی کوششوں سے نہیں جیتی جاسکتی اور نہ ہی اس وقت کمپیوٹر ایج میں ہم ذہانت کے ذہانت سے ٹکراؤ کے نتیجے میں آبرو پاسکتے ہیں۔حصول مقصد کے لیے مسلمانوں کو اپنے تاریخی و روحانی اخلاق کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ہمیں دھماکوں میں اپنی جانوں کے پرزے اڑانے والے لوگوں کی بجائے صاحب کردار اور صاحب روحانیت لوگ میدان میں اتارنے ہوں گے۔خیال ہے دنیا کو تباہ کرنے کی بجائے دنیا کو کچھ وقت تک کے لیے امن دینا زیادہ اہم ہے۔باقی رہ گئیں مغربی دنیا کی وحشیانہ سوچیں تو ان کے ایک مفکر نے کہا تھا۔۔۔۔

"قوموں کے گلے گھونٹے جاسکتے ہیں مگر کارناموں کو نہیں مٹایا جاسکتا"

ہر مغربی قوم کو عموماً اور امریکہ کو خصوصاً یاد رکھنا ہوگا کہ اسلام روشنی ہے اور روشنی چھوٹے سے سوراخ سے بھی گزر سکتی ہے۔اسلام ہر زمانے میں ہر حالت میں ہر مخالفت کے باوجود زندہ رہنے کی توانائی رکھتا ہے۔

میرا خیال ہے اس وقت مسلمانوں میں تین مہلک مرض پیدا ہو چکے ہیں:

☆ بدی سے مفاہمت

☆ کفر سے مرعوبیت

☆ گناہوں میں ڈوبی ہوئی زندگی پر ذلت آمیز قناعت

غیور سنی مسلمانو!

بدی سے مفاہمت ترک کردو، بدعقیدگی سے صلح جوئی ایسی ذلت اپنے قریب نہ آنے دو۔یہود و ہنود کو اپنا نہ جانو وہ کسی صورت تمہارے دوست نہیں ہوسکتے۔۔۔۔۔۔اٹھو کوشش کریں کہ حاکم و محکوم کسی بھی صف میں دشمنوں کے آلۂ کار نہ ملیں اور اپنے اندر کے انسان سے جو گناہ، آلودگیاں سرزد ہو رہی ہیں انکے خلاف جنگ لڑیں اور پاکیزہ زندگی کو منشور بنا کر باوقار اور باکردار نسل دنیا کی امامت کے لیے پیدا کرنے کی سعی کریں۔۔۔۔۔۔۔

اقبال کی دعا یاد آرہی ہے:

عطا اسلاف کا جذب دروں کر
شریک زمرۂ "لایحزنون" کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
میرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

ہمارا دشمن اچھی طرح جانتا ہے جس روز عشق رسول کی لہروں نے زمین کو پوری طرح اپنے احاطہ میں لے لیا اور قرآنی نظریات غالب ہوگئے، مسلمانوں نے ایک باوقار اور باکردار قوم کی حیثیت سے اسلامی تہذیب کا پرچم بلند سے بلند کردیا دنیا بھر کے تمام نظریات "ھباء منثورا" ہو جائیں گے۔کمیونزم کی شکست کے بعد مغرب کے سامنے کوئی نظریاتی قوت نہیں رہ گئی۔مادیت انکے قبضے میں ہے، میڈیا انکے پاس ہے، خلاء و فضا کو وہ مسخر کر بیٹھے ہیں لیکن قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں ہماری جانیں ہیں وہ اسلام کی سچائی کے سامنے لرزہ براندام ہے۔وہ سفید اور سیاہ عمامے سے ڈرتا ہے۔وہ رسول کریم ﷺ کی سنت سے مرعوب ہے۔اب اس نے اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش شروع کر رکھی ہے۔مخلص مسلمانوں کو دہشت گرد، بنیاد پرست، قدامت پسند اور دقیانوسی خیالات رکھنے کے طعنے دیے جارہے ہیں۔مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے جنس عام کی، مسلمان ذہن خریدے، شراب کو شیر مادر کی طرح لذیذ بنا کر پیش کیا، ڈالر کے سیلاب بہائے لیکن مسلمانو! اس بات پر یقین رکھو اور اس پختہ یقین کو عام کرو کہ مسلمان sale کا مال نہیں۔اٹھو عشق رسول کی قوت اور قرآن کی سچائی اور صدق سے دنیا کی تقدیر بدل ڈالو۔

وہ قوم جو علم اور تعلیم کی اہمیت نہیں جانتی وہ اپنے وجود کو زیادہ دیر تک قائم نہیں رکھ سکتی۔ اسلام ہی وہ عظیم دین ہے جس نے علم کی ضرورت پر زور دے کر اسے عام انسانوں تک پہنچایا حضورﷺ کا ارشاد ہے:

''علم حاصل کرو اس لیے کہ جو شخص علم حاصل کرتا ہے وہ اللہ کے راستے میں نیکی کرتا ہے جو شخص علم کا تذکرہ کرتا ہے وہ اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور جو شخص علم کی جستجو کرتا ہے وہ اللہ کی محبت کا دم بھرتا ہے اور جو شخص علم کو پھیلاتا ہے وہ صدقہ دیتا ہے'' ۔۔۔۔۔(مسلم، ترمذی)

آپ ﷺ نے فرمایا:

''علم والوں کی باتیں سننا اور حکمت کے دروس کو لوگوں کے ذہن نشین کرانا عبادت سے بڑھ کر ہے'' (مسلم شریف)

مسلمانو! اس وقت شعوری طور پر علم کے دروازے تمہارے لیے بند کیے جا رہے ہیں۔ تمہارے رجال، سائنسدان اور جوہر رکھنے والے لوگوں کو خریدا جا رہا ہے۔ آج ہم انتہائی کمزور قوم اس لیے ہوتے جا رہے ہیں کہ ہماری خانقاہیں علم کا درس دینے سے محروم ہو چکی ہیں ہمارے دارالمطالعے دبیز تاریکیوں میں ڈوب چکے ہیں ہمارا دشمن مسجد اور مدرسہ دونوں سے رونق چھیننے کے درپے ہے۔ ہمارے تعلیمی وفاق اور تنظیمات کو محض امتحانی ادارے نہیں تخلیق کرنے چاہئیں علم کی باقاعدہ تحریک اٹھانی چاہیے۔ محلوں، قصبوں اور شہروں میں قرآنی مکتب قائم کرنے چاہئیں، مدارس کو فعال بنانے کی منصوبہ بندیاں عمل میں لائی جائیں اور سکولز اور کالجز قائم کرنے چاہئیں تاکہ عقیدۂ صالحہ، عمل منجیہ اور اخلاق ضروریہ کی تعلیم ہر سمت اور ہر زاویے سے ملت سازی کا فریضہ سرانجام دے۔ اگر علم کی آماجگاہیں پھر سے مسلمانوں نے اپنے زیرِ نگیں نہ کیں اور میدانِ علم میں محنت نہ کی تو ایسے درندے پیدا ہوتے رہیں گے جن سے ہیروشیما اور ناگاساکی کی تاریخ جنم لے گی۔ آؤ دنیا کو بندرنگر بننے سے بچائیں اور اسکا چپہ چپہ حضورﷺ کی تعلیم اور اسکے دیے ہوئے علم کے نور سے آباد کریں۔۔۔۔۔۔ میں صرف علماء سے مخاطب نہیں پوری امہ سے مخاطب ہوں۔ اگر تم انقلاب چاہتے ہو تو گھبراؤ نہ اسلام ایک دن پوری زمین پر پھر غالب آجائے گا۔۔۔۔۔ قرآن کی طرف بڑھو۔۔۔ قرآن کے علم کی طرف بڑھو۔۔۔۔۔ ہر روز صرف ایک گھنٹہ اللہ کے کلام کے لیے وقف کرو۔۔۔۔۔ پڑھو۔۔۔۔۔ پڑھاؤ۔۔۔۔ سمجھو۔۔۔۔ سمجھاؤ۔ اب کوئی رسول نہیں آئے گا تم ہی قرآن کے خادم ہو تم ہی حضورﷺ کے نوکر ہو تم اسلام کے پرچم بردار ہو گلی گلی مسند تعلیم قرآن بچھاؤ۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ جسے دنیا چھپانا چاہتی ہے تم اس کو ظاہر کرو۔

اسلامی اخوت کی لڑی میں پروئے ہوئے عظیم دوستو!

معاشرہ معلم ہوتا ہے۔ اسکے رجحانات موجود اور آنے والے دنوں پر گہرا اثر چھوڑتے ہیں۔ اس لیے ہمیں اچھا معاشرہ تخلیق کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھنی چاہیے۔ اکبر کے زمانے میں ایک انوکھا انسانی تجربہ کیا گیا۔ چند شیرخوار بچوں کو انسانی ماحول سے جدا کرکے تنہائی میں رکھا گیا مقصد یہ تھا کہ انسان کی فطری بولی معلوم کی جائے۔ کہتے ہیں وہ بچے غوں غاں کے سوا کچھ نہ بولتے۔ سنا ہے کہ 1920 میں بنگال کے اندر بھی دولڑکیوں ''املا اور کملا'' کو انہی تجربات سے گذارا گیا۔ مغرب میں ایک جنگلی لڑکا پیٹر مشہور ہے وہ بھیڑیوں کی نگرانی میں پلا فرانس کا وکٹر بھی اسی عمل سے گزارا گیا۔ یہ بچے یا چپ رہتے یا پھر بھیڑیوں کی طرح غراتے۔ حاصل مقصد یہ ہے کہ آج کا معاشرہ ہماری نسلوں کو قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ، دھوکہ دہی، فریب، فراڈ، ظلم، ناانصافی، جنسی انارکی، بداخلاقی، فحاشی عریانیت، بے اعتدالی اور عدم تحمل کا سبق دے رہا ہے۔ اندر سے انسانی معاشرہ کھوکھلا ہو چکا ہے۔ ہماری یونیورسٹیاں ڈگریاں بانٹتی ہیں سکھاتی بہت کم ہیں۔ اصل میں صالحانہ تربیت ہی معاشرتی رجحانات کا تعین کرتی ہے۔ اسی کام کے لیے آدم کو اسماء کی تعلیم دی گئی اور حضورﷺ راز اسماء بن کر ابھرے۔ انسان تو تخلیق ہوئی مٹی سے پیدا کیا گیا۔ اسے مسجود ملائک تعلیم، علم اور تربیت نے بنایا۔ رحمٰن نے جو انسان خاص معاشرتی انقلاب کے لیے تیار کیا اس ذات سے وابستگی میں کاروانِ آدمیت کا ارتقاء اور بقا مضمر ہے۔

سید کل صاحب ام الکتاب
پردگیہا بر ضمیرش بے حجاب
گرچہ عین ذات را بے پردہ دید
رب زدنی از زبان او چکید
علم اشیاء ''علم الاسماء'' استی
ہم عصا و ہم ید بیضا ستی

عاجزانہ حروف کو توجہ سے نوازنے والے راہبرانِ ملت!

قوم اور ملت تیار کرنے کے لیے، معاشرہ کا تزکیہ اور تربیت کا مرحلہ طے کرنے کے لیے اور عظمتوں سے ہم کنار ہونے کے لیے ہمیں خود بھی تربیت کے معیار پر پورا اترنا ہوگا اور تربیت کے لیے نئی نسل کو کردار ساز اسلامی ماحول دینا ہوگا۔

اس کار عظیم کے لیے ہمارا میڈیا اپنا رخ بدلے۔ ہوا کے دوش پر صرف معلومات، خبریں اور بے جان تبصرے پھینک دینے سے قوم تیار نہیں ہوتی۔ میڈیا کو شعور اور آگہی کے ساتھ ساتھ ایک متعین منزل کی طرف سفر کرنا ہوگا اور جو ہمیں کرنا ہے اسے پوری دیانت کے ساتھ اور استدلال کی قوت سے مزین کر کے دنیا کے سامنے پیش کرنا ہوگا۔

مسجدیں ہماری قوت ہیں۔ یہاں ائمہ مساجد کو انقلابی خطوط پر بے لوث کام کرنا ہوگا۔۔ ہر مسجد میں ائمہ باقاعدہ تیاری کر کے خطبے دیں۔۔۔۔۔!! ہر روز قرآن کی تعلیم دیں تاکہ محلوں سے اٹھنے والی نسل قرآنی عقیدہ سے بہرہ ور ہو۔۔۔۔۔۔!! ہر روز عقائد صحیحہ اور اعمال صالحہ کا درس دیں۔۔۔۔!! اسلامی نقطہ نظر سے اپنے اپنے علاقہ میں بدی کے رجحانات کے خلاف شعوری اور عملی جنگ لڑیں۔۔ اپنے اندر خوئے دلیری پیدا کریں اور مضبوط اسلامی انقلاب کی بنیاد رکھیں۔۔۔۔ ہمیں معلوم ہے کہ مسجدوں کی کمیٹیاں ایسٹ انڈیا کمپنیاں بنی ہوئی ہیں۔ انہیں بھی مسلم امہ پر رحم کھانا چاہیے اور ماحول کو علمی عملی اور روحانی بنانے میں مدد کرنی چاہیے ۔ ماں باپ، معاشرے کے مسلمہ بزرگ سکولوں اور کالجوں کے اساتذہ انقلابی محسن امت بن کر قوم تیار کریں۔

خانقاہ نشینوں، پیروں بزرگوں کی خدمت میں ادب سے گذارش کروں گا۔ صرف اتنا سوچ لیں تمہارے بزرگوں نے ایسے ہی پیری کی تھی۔۔؟ ہم رسم و رواج کے خالق بن چکے ہیں۔ مخدومیت کا ہمیں نشہ ہو گیا ہے۔ محنت سے ہم جی چراتے ہیں۔ موت سے ہم ڈرتے ہیں۔ اللہ پر ہمارا ایمان اور توکل کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ عرس الا ماشاء اللہ میلے بنتے جا رہے ہیں۔ ہر گند کو اہل سنت کے گلے میں ڈالا جا رہا ہے۔ اصلاح احوال کی طرف اگر آپ نے قدم نہ بڑھایا تو قیامت کے دن مربی نہیں امہ کے ملزم بن کر اٹھیں گے۔ صوفیا کرام کے اصل وارثوں کو ہلدی کی گانٹھوں پر چوہے کو پنساری بن کر نہیں بیٹھے دینا چاہیے۔ آج کا اصل جہاد یہی ہے اس سے آپ کفر کے صحراؤں میں سرگرداں لوگوں کو بدل کر اسلام کے ماحول میں لا سکنے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اور یہ جبھی ہوگا کہ ہمارا اپنا تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ حقیقی بنیادوں پر استوار ہو جائے۔ یاد رکھیے فطرت نے کبھی محبت کرنے والے دلوں سے بے وفائی نہیں کی۔ وہ لوگ جو اس کی راہ میں کوشش کرتے ہیں نقاش حقیقت سچی مسرتیں ان کے نام کر دیتا ہے۔ اس تعلق کی گہرائی پھر عقیدے کو متزلزل نہیں ہونے دیتی۔ پھر اللہ کی راہ میں کام کرنے والا شخص نہ لوگوں کی بدزبانی سے متاثر ہوتا ہے اور نہ ہی خود غرض لوگوں کی طنز و حقارت اسے محبوب کی راہ میں جہاد سے روک سکتی ہے۔

ہماری آبادی کا تقریباً نصف حصہ خواتین پر مشتمل ہے۔ دنیا میں پیدا ہونے والے ہر انسان نے ماں کی آغوش میں پلنا ہوتا ہے۔ گہوارہ مادر اولین انسانی دانشگاہ ہوتی ہے۔ امت مسلمہ کا وہ حصہ جسے ہم بہنوں، بیٹیوں اور ماؤں کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ سوچ علم اور تربیت کے لحاظ سے انتہائی پسماندہ ہے۔ خواتین میں اسلامی شعور پیدا کرنا ہم سب کا فرض ہے۔ اہل سنت جہاں علم و ادب کے میدان میں انتہائی کمزوری کا شکار ہیں انکی خواتین کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ سوسائٹی کو باحیاء اور باوقار رکھنے میں عورت کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اگر ہم نے خواتین کی صفوں میں اصلاح و تبلیغ کا کام شرعی قیود و حدود کے اندر بروقت تیز رفتاری سے نہ کیا تو عظمت کے کسی بھی مینار کی تکمیل ممکن نہ ہو سکے گی۔

عورتوں میں قرآن کی تعلیم عام کی جائے۔ عقائد میں پختگی پیدا کرنے کے لیے شرعی دائرہ میں رہ کر تربیتی ورکشاپس کا اہتمام کیا جائے۔ نئی نسل کی تعلیم و تربیت میں خواتین کی ذمہ داریاں انہیں اچھی طرح بتائی جائیں۔ اسلام کی تفہیم کے لیے سادہ اور پاکیزہ لٹریچر عام کیا جائے۔

دیہاتوں میں ابھی تک اہل سنت کو نظریاتی تغلب حاصل ہے۔ علماء کرام کی تقاریر پر مشتمل کیسٹس دیہاتوں میں پہنچائے جائیں۔ ہر خطیب اور ہر امام مسجد اپنی ذمہ داری سمجھے کہ محلے کا سروے کر کے دینی کمزوریاں دور کرنے کی منصوبہ بندی ہو۔ بہر حال آج ہی جا کر آپ میں ہر شخص اپنے گھر کو ایک دینی مدرسہ بنا دے۔ اپنی بچیوں اور بیٹیوں ماؤں اور بہنوں کو مبادیات دین سکھائیں۔ انقلاب کی حقیقی اور اصل بنیاد یہی ہے۔ اہل بیت نبوت نے علیؓ، حسنؓ، حسینؓ اور فاطمہؓ و عائشہؓ ایسی ہستیاں پیدا کیں۔ ہمیں بھی اپنے گھروں سے نشاۃ ثانیہ کی تحریک شروع کرنی چاہیے۔

ایک اہم مسئلہ دینی سیاست کا ہے۔ جماعت اہل سنت اگرچہ غیر سیاسی دینی جماعت ہے تاہم ہمیں خوشی ہے کہ اس مرتبہ ہر سیاسی جماعت سے دینی قیادت ابھری ہے۔ لیکن دعا فرمائیں کہیں غیر دینی جماعتیں ہمارے بزرگ راہنماؤں کو اپنے اندر جذب نہ کر لیں۔ میرے لیے کم از کم یہ مقام رونے کا ہے کہ نظام شریعت، نظام اسلام اور نظام مصطفےٰ کے داعی بری طرح بکھیر دیے گئے ہیں۔ لیکن میرا پختہ عقیدہ ہے قافلہ صدق میں ایک حسین بھی ہو تو صدیوں تک اس کی صدائے دلنواز کفر کے ایوانوں میں گونجتی رہتی ہے۔ ہمیں مسلسل، تابڑ توڑ اور پوری قوت سے اس نعرہ کو عمل بنانے کی سعی کرنی چاہیے۔

پاکستان کا مطلب کیا
لا الہ الا اللہ

ہمارے سیاستدانوں کو مفادات اور تحفظات کی دنیا پر لعنت بھیج کر نظریاتی سیاست کی جنت آباد کرنی چاہیے اور دمادم نظام مصطفیٰ کی حدی خوانی کو اپنا ''ماٹو'' بنانا چاہیے۔

آپ لوگ جماعت اہل سنت سے ایک پرانی نسبت اور قدیم وابستگی رکھتے ہیں۔ مجھے آپ کی خدمت میں صرف اتنا کہنا ہے کہ آپ 1960 اور 1971 والی طاقت کی بنیاد پر نہ سوچا کریں۔ آپ کو ایک نیا ماحول ملا جس میں سب کچھ بکھر چکا ہے۔ ایجنسیوں نے آپ کے پلیٹ فارم، آپکی جمعیتیں اور ایوان سب ٹکڑے ٹکڑے کر دیے ہیں۔ آپ ان لوگوں کی پرواہ نہ کریں جو ہمارے قومی اور مسلکی وجود سے کٹ چکے ہیں۔ وہ مہربان ہم سے ہر نیکی، محبت اور پیار کی امید رکھتے ہیں اور ہمیں ہر دکھ دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے ہیں۔

کدی کدی تے ساڈیاں بیلیاں ایہہ چنے وی روپ وکھالے نے
ساڈیاں صفتاں چھڈیاں نے تے ساڈے عیب اچھالے نے
ساڈیاں پیاراں وے توڑ چڑھن دی آس وی کلدی جاندی اے
ساڈے بوہے اچے نہیں تے ساڈے یار وی اُوٹھاں والے نے

دوستو! آپ کو اپنے وجود میں حیات کی حفاظت کرنی ہوگی۔ کسی کو دکھ نہ دو۔ ہر ایک کو نفع پہنچاؤ۔ ہر کی خدمت کرو۔ ہمارے اکابر کا راستہ خدمت کا راستہ تھا، شفقت کا راستہ تھا، عزیمت کا راستہ تھا اور استقامت کا راستہ تھا۔ ہمیں اپنی روایات کو جاری وساری رکھنا چاہیے۔

ڈنمارک اور دیگر مغربی ممالک کی جانب سے تکرار کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی گستاخی پر مبنی مواد کی اشاعت امت مسلمہ کے لیے ایک امتحان بن چکی ہے۔ ہمارا دشمن ہماری غیرت ایمانی کو آزمانا چاہتا ہے۔ اسے شائد پھر گرم لہو کی تلاش ہے۔ اسے سمجھنا چاہیئے کہ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر اپنے نبی کی توہین نہیں۔ مسلمانو! اس مکروہ جسارت کو دنیائے کفر کی طرف سے للکار سمجھتے ہوئے اپنے ایمان کو عشق رسول ﷺ کی قوت سے اور پختہ کرو۔ دنیا میں محبت رسول ﷺ کی دھوم مچادو۔ دنیا کا گوشہ گوشہ خود ہی ناموس مصطفیٰ ﷺ کا چوکیدار بن جائے گا۔

✿ ✿ ✿

پاکستان سُنّی کانفرنس

خطابات کا خلاصہ

ڈاکٹر منظور حسین اختر

جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام 9 مارچ 2008ء بروز اتوار کرکٹ سٹیڈیم راولپنڈی میں ہونے والی "پاکستان سُنّی کانفرنس" کا آغاز تقریباً 11 بجے دن تلاوت کلام پاک اور نعت رسول مقبول ﷺ سے ہوا۔ کانفرنس سے تقریباً 40 شخصیات نے خطاب کیا۔ ہر خطاب اپنی اپنی جگہ پُر مغز، منزل نواز، اور حقیقت آشنا ثابت ہوا۔ خطابات کے درمیان تلاوت قرآن پاک اور ثنائے خواجہ بطحا ﷺ سے محظوظ ہونے کے مواقع بھی میسر ہوتے رہے۔ مفتی محمد اقبال چشتی، محمد نواز کھرل، عبدالحمید مغل، راجہ آصف، عبید ستی، علامہ حنیف قریشی اور صاحبزادہ عثمان غنی اپنی خوبصورت اور ولولہ انگیز نظامت سے سامعین کے جوش و جذبہ کو تازہ رکھنے میں مصروف رہے۔ کانفرنس کی پہلی نشست کا باقاعدہ آغاز درس قرآن پاک سے اور دوسری نشست کا آغاز درس حدیث سے ہوا۔ ہر خطاب کے مکمل متن کے لئے چونکہ ایک مکمل دفتر درکار ہے اس لئے ادارہ مختلف شخصیات کے خطابات کا خلاصہ ذیل میں اپنے قارئین کے لئے پیش کرنے کا اعزاز حاصل کر رہا ہے۔

مولانا محمد امین خطیب جامع مسجد شیخ بھاشہ:

پاکستان کے بنانے والے سنی ہیں اور اس کی حفاظت بھی سنی ہی کریں گے بلکہ امیر ملت پیر سید جماعت علی شاہ نے فرمایا تھا کہ اگر قائد اعظم محمد علی جناح اپنے دعویٰ سے خدانخواستہ پیچھے بھی ہٹ جائیں تو ہم پیچھے ہٹنے والے نہیں بلکہ پاکستان بنا کر ہی دم لیں گے۔

صفدر علی شاکر (نائب ناظم راولپنڈی ڈویژن):

آپ نے جماعت اہل سنت کی قیادت کو سُنی کانفرنس کے انعقاد پر ہدیہ تبریک پیش کیا اور تمام لوگوں سے اپیل کی کہ جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم پر اکٹھے ہو جائیں اور ان بزرگوں سے تعلق کو مضبوط کریں کیونکہ بزرگوں اور صوفیاء کے توسل سے ہی حضور ﷺ کے قریب پہنچا جاسکتا ہے اور حضور ﷺ کے توسل سے خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔

پروفیسر حبیب اللہ چشتی:

آپ نے آیت قرآنی کی روشنی میں فرمایا کہ مسلمانوں کو احساس ہونا چاہیئے کہ مخلوق خدا کو خداوند قدوس کا پیغام پہنچانا ہمارا مقصد زیست ہے۔ ہر داعی الی اللہ کو سوچنا چاہیئے کہ لوگ اپنے خالق کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے۔ اس لئے ہمیں دعوت وارشاد کے سلسلہ میں نبی پاک ﷺ کا اسوہ حسنہ دیکھنا چاہیئے۔ حضور ﷺ پوری بصیرت کے ساتھ لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتے تھے اس لئے داعی الی اللہ کو تبلیغ کے لئے پوری حکمت بروئے کار لانا چاہیئے۔

پروفیسر عبدالعزیز نیازی (امیر لاہور ڈویژن):

آپ نے امریکہ کی مذمت کرتے ہوئے کہا کہ جاپان کے شہر ہیروشیما پر ایٹم بم برسانے کے ساٹھ سال کے بعد بھی امریکہ بدستور دہشت گردی کر رہا ہے اور اسکی دہشت گردی میں کوئی فرق نہیں آیا اس کے باوجود وہ دنیا میں امن کا دعویدار بنتا ہے۔ انہوں نے گزشتہ حکومت میں نام نہاد مذہبی سیاسی جماعتوں کے کردار پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ اپوزیشن لیڈر ایک دینی جماعت کے سربراہ کو بنایا گیا جن کی پانچ سال تک دو صوبوں میں حکومت رہی۔ لیکن اس دور میں اسلام کی جتنی تضحیک ہوئی پاکستان کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

مولانا اللہ بخش رضا (چیف آرگنائزر صوبہ پنجاب):

آپ نے جماعت اہل سنت کے قائدین خصوصاً پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور پیر سید ریاض حسین شاہ کو مبارکباد اور ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اہل سنت نے پورے پاکستان کے سنیوں میں ایک ولولہ تازہ پیدا کر دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہر مسلمان محبت رسول کا پٹکا گلے میں ڈالے اور اسوہ رسول کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالے۔

علامہ سعید احمد فاروقی:

آپ نے نہایت جوش وخروش سے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ نفرتوں، وسوسوں، بے حیائی اور فحاشی کے دور میں سُنی کانفرنس کے عنوان سے علماء ومشائخ اور دانشوران قوم کو ایک جگہ جمع کرنے پر قائدین جماعت اہل سنت مبارکباد کے مستحق ہیں۔ نعروں کی گونج میں آپ نے کہا کہ سُنی مسلمانوں کے اکابر نے پاکستان بنایا ہے اور اب ہم اس ملک کے استحکام کے ذمہ دار ہیں۔ ہم اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر نظام مصطفیٰ کے لئے تحریک چلائیں گے۔

علامہ حافظ فاروق خان سعیدی (ملتان):

مدینۃ الاولیاء ملتان سے تعلق رکھنے والے معروف اور ہر دلعزیز خطیب حافظ فاروق خان سعیدی نے کہا کہ ان ناموافق اور نامساعد

حالات میں سُنی کانفرنس کا انعقاد اور عوام الناس کا خطرات کی چھاؤں میں سُنی کانفرنس میں چلے آنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ جماعت اہل سنت ہی سُنیوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔

اب ہوائیں ہی کریں گی روشنی کا فیصلہ
جس دیئے میں جان ہو گی وہ دیا رہ جائے گا

انہوں نے کہا کہ اب کوئی سیاسی پارٹی یا رسول اللہ کہنے والوں کو نظر انداز نہیں کر سکے گی۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ کا نعرہ ختم نبوت کی دلیل ہے۔ جب تک یہ نعرہ باقی رہے گا ختم نبوت پر ڈاکہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

مولانا ابرار احمد رحمانی (کراچی):

انہوں نے سُنی کانفرنس کے انعقاد پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شہر راولپنڈی کی عوام نے عظمت مصطفیٰ کو ایک بار پھر بلند کر دیا ہے انہوں نے کہا کہ آج کے دور پُرفتن میں ڈنمارک، ناروے، جرمنی میں شائع ہونے والے توہین آمیز کارٹون کے خلاف آواز بلند کرنا ہمارا ایجنڈا ہے۔ عظمت مصطفیٰ کے بغیر ہماری زندگی بیکار ہے۔ جب تک ہماری ہر چیز حضور ﷺ پر قربان نہ ہو ہم کامل الایمان نہیں ہو سکتے۔ مسلمان اپنی جان کی قربانی دے کر ناموس رسالت کی حفاظت کریں گے۔ ہم نبی کی عظمت کو پامال ہوتے نہیں دیکھ سکتے۔ آیئے! اپنے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی چاشنی پیدا کریں۔

مولانا عبدالوحید ربانی (ملتان):

اپنے مخصوص انداز میں مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ شاہ جی! ربانی آپ کا ورکر ہے۔ انہوں نے کہا کہ سید ریاض حسین شاہ ایک آدمی کا نام نہیں بلکہ عشق محمدی کی انقلابی تحریک کا نام ہے۔ انہوں نے قائدین سے اظہار محبت کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے سروں پر پروفیسر مظہر سعید کاظمی اور سید ریاض حسین شاہ کا ہاتھ ہے۔ اس لئے ہم لاوارث نہیں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم سُنی کانفرنس کے ذریعے یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو 40 سال کے بعد نبوت نہیں ملی، بلکہ 40 سال کے بعد آپ ﷺ نے نبوت کا اعلان کیا۔ سُنی کانفرنس میں شرکت کرنے والوں کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ دور دراز سے سفر کر کے سُنی کانفرنس میں آنے والو! اللہ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ انہوں نے مرکزی قائدین پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور پیر سید ریاض حسین شاہ کو سُنی کانفرنس کے انعقاد پر ہدیہ تبریک بھی پیش کیا۔

میاں سعید احمد شرقپوری:

شرقپور شریف کے سجادہ نشین فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری کے صاحبزادے میاں سعید احمد شرقپوری نے کہا کہ سُنی کانفرنس کا مقصد یہ ہے کہ پاکستان کے تمام محکمے اللہ و رسول کے احکامات کے مطابق چلیں۔ ملک میں موجود کرپشن، بدامنی اور لادینیت کا خاتمہ ہو۔ انہوں نے سُنی کانفرنس کے شرکاء کو غریبوں سے پیار کرنے کا سبق دیا انہوں نے کہا کہ غریبوں کے ساتھ پیار کرنے سے اللہ اور اس کا رسول خوش ہوتے ہیں۔

علامہ مظہر فرید شاہ (ڈویژنل امیر ساہیوال):

انہوں نے کہا کہ ایک وقت وہ تھا جب بڑی طاقتیں بھی مسلمانوں کے پاؤں کو بوسے دیتی تھیں۔ لیکن آج پوری دنیا میں مسلمان ذلیل و خوار ہیں۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ دنیا کی قیادت و سیادت کا جھنڈا ہمارے ہاتھ میں ہو تو ایک ہاتھ میں نام خدا اور دوسرے ہاتھ میں نام مصطفیٰ کا علم پکڑنا ہوگا۔ ساری کائنات تمہارے قدموں کی دھول بن جائے گی اگر تم مصطفیٰ کریم ﷺ کی غلامی اختیار کر لو۔

علامہ رفیق احمد شاہجمالی (نائب امیر صوبہ پنجاب):

آپ نے قائدین کو سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ نفرتوں، بے سکونی اور فرقہ واریت کے اس دور میں بروقت سُنی کانفرنس کا انعقاد بیداری کا پیغام لئے ہوئے ہے، قائدین جماعت اہل سنت نے قوم میں حرکت پیدا کی ہے اور لوگوں کو بتایا ہے کہ

یہی چراغ جلیں گے تو روشنی ہو گی

انہوں نے کہا کہ امن صرف حضور ﷺ ہی عطا کر سکتے ہیں اس لئے جہاں کہیں بھی ممکن ہو حضور ﷺ کے نام کا ڈنکا بجا دو۔ اندرون پاکستان کے گستاخوں کے متعلق بات کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ اگر یہ لوگ حضور ﷺ کی گستاخی نہ کرتے تو ڈنمارک کے کتوں کو ایسی جسارت کرنے کی ہمت نہ ہوتی۔ سنیو! ایک ہو جاؤ، اگر تم متحد ہو جاؤ تو کسی بے دین کو گستاخی کی جرأت نہ ہوگی۔ مدارس، مشائخ، آستانے، مساجد اور علماء کو مضبوط کرو۔ علماء ہمارے جرنیل ہیں اگر یہ مضبوط ہوں گے تو پاکستان مضبوط ہو جائے گا۔ سُنی کانفرنس میں عوام الناس کی کثیر

تعداد میں حاضری اس بات کا اعلان ہے کہ سُنی ناموس رسالت پر جان دے سکتا ہے لیکن گستاخی برداشت نہیں کر سکتا۔

مفتی ضمیر احمد ساجد (امیر ضلع اسلام آباد):

انہوں نے کہا کہ آج ہماری خوش بختی ہے کہ ہم اس عظیم الشان سُنی کانفرنس میں حاضر ہیں۔ آج دنیا میں سکون واطمینان نظر نہیں آتا۔ سُنی کانفرنس ہماری توجہ مرکزِ سکون واطمینان ذاتِ مصطفیٰ کی طرف دلانا چاہتی ہے۔ خدا نے فرمایا کہ "بلندی تمہاری ہے اگر تم ایمان والے ہو۔" مغربی دنیا ہمارا محبت رسول کا رشتہ ہی کمزور کرنا چاہتی ہے۔ مسلمانو! حضور ﷺ سے رشتۂ محبت مضبوط کرو۔

مفتی محمد صدیق ہزاروی (مرکزی ناظم تعلیم وتربیت):

آپ نے کہا کہ ان پریشان کن حالات میں سُنی کانفرنس کے انعقاد پر قائدین کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور عوام الناس کو مبارکباد پیش کرتے ہیں کہ خطرات سے نبٹ کر اور وسوسے غلط ثابت کر کے سُنی کانفرنس میں تشریف لائے۔ انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان کے وقت مسلم لیگ کو علماء اہل سنت سے سپورٹ ملی، لیکن آج اہل سنت کی حالت سب کے سامنے ہے۔ ہمیں ایک پلیٹ فارم پر متحد ہونا چاہیئے اگر ہم اکٹھے ہو گئے تو کوئی گستاخ سر نہیں اٹھا سکتا۔

علامہ سید فدا حسین شاہ حافظ آبادی (نائب امیر پنجاب):

انہوں نے کہا کہ قوم پر جب بھی کڑا وقت آیا مشائخ نے حجروں سے نکل کر قوم کی رہنمائی کی۔ دار السلام، مصطفیٰ آباد، ملتان اور لاہور کے بعد آج راولپنڈی میں سُنی کانفرنس انعقاد پذیر ہے۔ ہم سُنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے حکومت کو خبردار کرتے ہیں کہ کیا آپ نے ڈنمارک سے بائیکاٹ کرنا ہے یا نہیں؟ ان کے سفیر کو یہاں سے نکالنا ہے یا نہیں؟ اور اپنا سفیر وہاں سے واپس بلانا ہے یا نہیں؟ جو ہمارے نبی کا گستاخ ہو ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہو سکتا۔ ہم سب سُنی کانفرنس میں حضور ﷺ کی محبت اور عزت کے لئے آئے ہیں۔ ہماری شرافت کو بزدلی نہ سمجھا جائے۔ ہم امن پسند ہیں لیکن بے غیرت نہیں۔ فحاشی وعریانی کی مذمت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ اے حکمرانو! لڑکیوں کو سڑکوں پر نہ دوڑاؤ، عریانی اور فحاشی کو عروج نہ دو، عید میلاد النبی کے مہینہ میں بسنت منانے کی مکروہ حرکت نہ کی جائے۔

علامہ غفران محمود سیالوی:

آپ نے تقریر کرتے ہوئے قرآن وسنت کی روشنی میں مختلف حوالوں سے ثابت کیا کہ گستاخ رسول ﷺ کا قتل حضور ﷺ کی رضا ہے۔ انہوں نے کہا کہ بین الاقوامی سازشوں میں سب سے بڑی سازش یہ ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے عظمت رسالت نکال لی جائے۔

حاجی حنیف طیب (صدر نظام مصطفیٰ پارٹی):

سُنی کانفرنس کے انعقاد پر قائدین کو مبارکباد دینے کے بعد انہوں نے کہا کہ پاکستان کے وکلاء اور بار کونسلوں کو دست بدست عرض کرتا ہوں کہ عید میلاد النبی کے مہینہ میں کالے پرچم نہ لہرائیں۔ ہم آپ کی آزادی کے حامی ہیں، عدلیہ کی بحالی چاہتے ہیں لیکن ربیع الاول کے مہینے میں جبکہ پوری دنیا میں مسلمان سبز پرچم لہرا رہے ہیں، کالا پرچم لہرانا اور سوگ منانا بالکل نامناسب ہے۔ کوئی شخص دس محرم کو خوشی نہیں مناتا۔ اس لئے مہربانی فرما کر وکلاء اس سے اجتناب کریں۔ انہوں نے کہا کہ 1946 میں بنارس سُنی کانفرنس نے ہمیں پاکستان دیا، 1970 میں ٹوبہ ٹیک سنگھ کی سُنی کانفرنس نے سوشلزم کے فتنے کو ملیامیٹ کیا۔ اور یہ کانفرنس استحکام پاکستان کے لئے سنگ میل ثابت ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور میں نے اسلامی نظریاتی کونسل سے فقط اسلام کے نام پر استعفیٰ دیا۔

پیر ندیم سلطان (امیر راولپنڈی ڈویژن):

قائدین جماعت اہل سنت کو مبارک ہو کہ ان کی کال پر اہل سنت جوق در جوق تشریف لائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ سنی کانفرنس کیوں کی جا رہی ہے تو ہم بتانا چاہتے ہیں کہ سُنی موت سے نہیں ڈرتا۔ ناموس رسالت کے لئے جان کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔

شیخ الحدیث والتفسیر علامہ محمد شریف رضوی:

ہم جس دور سے گذر رہے ہیں نہایت پرفتن دور ہے، جس سے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ "میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس وقت دین پر قائم رہنا یوں دشوار ہوگا جیسے ہاتھ پر سرخ انگارہ پکڑنا مشکل ہوتا ہے۔" آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "نیک اعمال جلدی جلدی کر لو۔" حدیث پاک میں ہے کہ اس دور میں فتنے رونما ہوں گے جس طرح کالی رات کا ایک حصہ سیاہ ہوتا ہے انسان اس میں اپنی منزل کی طرف رواں دواں نہیں رہ سکتا۔ اس دور کے حاکم ظالم ہوں گے۔ لوگوں کا خون حلال سمجھیں گے اور ان کے مال کو اپنا حق سمجھیں گے، جرم عام ہوں گے۔ حاکم زانی، شرابی اور بدکردار ہوں گے۔ اس وقت تمہارے لئے نیک اعمال کا کرنا دشوار ہوگا۔ آج جو فحاشی و عریانی اور بے راہ روی ہو رہی ہے کیا نبی پاک ﷺ نے یہ حکم دیا تھا؟ عورتوں کو سڑکوں پر عریاں دوڑایا جا رہا ہے۔ آج شریعت مطہرہ کا مذاق

اڑایا جارہا ہے۔ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے جو دین کو معمولی دنیاوی چیزوں کے بدلے بیچیں گے۔ جب حقوق نسواں بل پیش کیا گیا تو پروفیسر مظہر سعید کاظمی اور حاجی حنیف طیب نے اسلامی نظریاتی کونسل سے استعفیٰ دے دیا حالانکہ ان کو بے شمار مراعات کی پیشکش کی گئی۔ کل جو لوگ کہتے تھے کہ پاکستان کی "پ" بھی نہیں بننے دیں گے آج وہ پاکستان کے مالک بننا چاہتے ہیں۔ وہ کون لوگ تھے جنہوں نے قائداعظم کا ساتھ دیا اور قربانیاں دیں، وہ سنیوں کے آباء تھے۔ اور سُنی ہی ہیں جو پاکستان کو بچا سکتے ہیں اور بچائیں گے۔

پیر محی الدین محبوب صاحب (حویلیاں شریف):

آج کی یہ سُنی کانفرنس اسلامیان عالم کو باور کرانے کے لئے ہے کہ مسلمانوں کے تمام مسائل کا واحد حل اسلامی نظام ہے۔ ہمارے اکابرین نے ہمیشہ کفر کے نظام کی بنیادوں کو اکھیڑ کر اسلام کے نظام کو قائم کرنے کے لئے قربانیاں پیش کیں۔ جب خطے سے اسلام کو ختم کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں تو جن لوگوں نے قربانیاں دیں ان سب کا تعلق اولیائے اہل سنت سے تھا۔ ہمیں دنیا میں امن کے قیام کے لئے کتاب وسنت کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ قائدین کو سلام پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے جن حالات میں یہ کانفرنس منعقد کی ہے ان کی قائدانہ صلاحیتوں کی دلیل ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر فضیل عیاض قاسمی (موہڑہ شریف):

آج کا یہ خوبصورت اجتماع اس کی زندہ دلیل ہے کہ جہاں ذکر مصطفیٰ ہوتا ہے وہاں مصطفیٰﷺ کے پروانے جھوم جھوم کر آتے ہیں۔ دعا کریں کہ اللہ ہمیں ان صوفیاء کے ساتھ محبت عطا فرمائے جن کے ذریعے یہ فیضان پہنچا ہے۔ اس کانفرنس میں یہ وعدہ کریں کہ ہم زندہ بھی رہیں گے تو آقا سے سچی محبت کی خاطر زندہ رہیں گے۔ جب تک جماعت کے ساتھ مسلک رہو گے کامیاب و کامران رہو گے۔ سُنی کانفرنس کی وساطت سے ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ اسلامی ممالک کے حکمران ڈنمارک کی مصنوعات کا بائیکاٹ کریں اور اپنے سفیروں کو ڈنمارک سے واپس بلائیں۔

دیوان آل سیدی کا پیغام:

دیوان آل سیدی اگرچہ خود سٹیج پر تشریف فرما تھے لیکن نقاہت کی وجہ سے آپ تقریر نہ کر سکتے تھے چنانچہ ان کا پیغام ان کے صاحبزادے آل شاہد سیدی نے پڑھ کر سنایا۔ انھوں نے اپنے پیغام میں مشائخ عظام، علماء کا شکریہ ادا کیا اور سُنی کانفرنس کے انعقاد پر مرکزی قائدین خصوصاً سید ریاض حسین شاہ کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ حضورﷺ کی محبت اگر قیام پاکستان کی نوید ثابت ہوئی تھی تو استحکام پاکستان کے لئے بھی یہی قوت کارفرما ہوگی۔ انہوں نے کہا کہ عظمتوں کا یہ سفر جاری رہنا چاہئے۔ سُنی کانفرنس کے حقیقی ثمرات پوری دنیا تک پہنچانے کی سعی فرمایئے۔ محنت جاری رکھئے۔ گذرا ہوا کل بھی آپ کا تھا اور آنے والا کل بھی آپ کا ہوگا۔ تمام اختلافات بھلا کر جماعت اہل سنت کے پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں۔ آپ صبح 10 بجے سے اس وقت تک یہاں تشریف فرما ہیں یہ آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس سے انشاء اللہ انقلاب پیدا ہوگا۔

پیر سید عاشق علی شاہ گیلانی:

سُنی دہشت گردی نہیں کرتے، وہ تو محبوب کا عشق لوگوں کو سکھاتے ہیں۔ ان کے دل تو عشق رسولﷺ سے منور ہیں۔ وہ ظلم و بربریت کا بازار گرم نہیں کر سکتے۔ حکومت والو! ڈنمارک والوں سے جدا ہو جاؤ تمھاری کامیابی اسی میں ہے۔

مفتی منیب الرحمان (کراچی):

ہالینڈ کی جانب سے قرآن کے خلاف فلم بنائی جارہی ہے، ڈنمارک میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت ہو رہی ہے۔ ان حالات میں اکابرین سے کہوں گا کہ پورے پاکستان میں احتجاجی پروگرام کریں۔ ان ممالک کی کمپنیوں کو بائیکاٹ کا پیغام دیا جائے۔ کیا پاکستان کا دنیا میں کوئی باوقار مقام نہیں کہ کبھی اغیار ہماری پیٹھ ٹھونکتے ہیں اور کبھی گوشمالے دریافت کرتے ہیں۔

ملک ابرار شاہ (نو منتخب M.N.A):

سُنی کانفرنس ہر شہر میں منعقد ہونی چاہئے جس طرح آج کل گلی محلے میں میلاد شریف کی محافل ہوتی ہیں۔ سُنی کانفرنس پر محنت اور کامیابی سے آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

علامہ کوکب نورانی (کراچی):

ہمیں بریلوی کہہ کر کوئی فرقہ نہ سمجھا جائے، گروہ یا ٹولہ نہ سمجھا جائے ہم اہل سنت ہیں، بریلوی ہماری نسبت ہے جب دین کو بدلا جا رہا تھا اس وقت اعلیٰ حضرت نے پہچان کروائی۔ صدر پرویز مشرف علمائے اہل سنت کے سامنے تسلیم کر چکے ہیں کہ افواج میں فرقہ واریت ہو

رہی ہے۔صرف ایک فرقے کو پذیرائی مل رہی ہے۔ہم وہ سُنی ہیں کہ ہمارے پیر جماعت علی شاہ اگر تحریک پاکستان میں حصہ نہ لیتے تو شاید محمد علی جناح کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہو سکتا۔آج میڈیا میں کن لوگوں کو نمائندگی مل رہی ہے۔آپ نے اپنا عقیدہ سیکھنا چھوڑ دیا، سُنی سُنیت کے لئے بات کیوں نہیں کرتا؟ سُنی ہو تو جماعت اہل سنت میں آ ؤ،کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں کہ اہل سنت نے دہشت گردی کی ہو، ہم پتھر نہیں برساتے، گولی نہیں مارتے، لیکن ہم سر بھی نہیں جھکاتے، اگرچہ سر کٹ جائے۔ہم وہ روشن خیالی چاہتے ہیں جو مدینہ سے ملتی ہو ہمیں مغربی روشن خیالی کی ضرورت نہیں، روشن خیالی کے نام پر دین کو قربان نہ کرو۔میں قائدین جماعت اہل سنت کو مبارکباد اور ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نبی کریم ﷺ کے نظام کی بہاریں پاکستان کو عطا فرمائے۔

قاری خالد محمود (امیر پنجاب):

حالیہ دور میں اسلامی تشخص کو مجروح کیا گیا، روشن خیالی کے نام سے بے حیائی کا طوفان برپا کیا گیا ہے۔وہ ملک جسے لاکھوں قربانیوں سے حاصل کیا گیا اسے واپس غلامی میں دھکیلنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔جس کی وجہ سے ملت اضطراب کا شکار ہے۔خدارا اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔پاکستان کے حالات بدل رہے ہیں، الیکشن میں قوم نے روشن خیالوں کو مسترد کیا ہے سب چاہتے ہیں کہ اللہ کا نظام قائم ہو جائے۔

پیر سید شمس الدین بخاری (امیر ضلع لاہور):

تمام علماء و مشائخ، کارکن، عوام الناس مبارکباد کے مستحق ہیں کہ اس مشکل وقت میں کانفرنس کا انعقاد کیا اور اس میں بھرپور حاضری سے رونق بخشی۔ہم یہاں صرف اور صرف اللہ و رسول کے لئے آئے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کی محبت اصل ایمان ہے۔بعض لوگ کہتے تھے کہ راولپنڈی میں بم دھماکے ہوتے ہیں، حضور کی ذات پر کٹ مرنا ہی تو اصل زندگی ہے۔غازی علم الدین شہید کو دیکھئے وہ نوجوان، کوئی شیخ الحدیث نہ تھا، نہ کوئی عالم دین تھا لیکن جب وہ جیل میں تھا تو حضور اسے اپنا دیدار کراتے۔گویا موت سے ڈرنا نہیں چاہئے۔آئیے جماعت اہل سنت سے وابستہ ہو جائیں اور اسے مضبوط کریں۔

علامہ ظفر محمود فراشوی:

قائدین کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کی نظر بندی کو ختم کیا جائے، اسی طرح جسٹس افتخار کی بحالی کا اعلان کیا جائے انہوں نے کہا کہ اراکین اسمبلی کو سُنی بن کر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنا چاہیئے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان کی قوم سیکولر نہیں ہو سکتی ایک دن انقلاب ضرور آئے گا۔امریکہ سب سے بڑا دہشت گرد ہے۔سُنی مسلمانوں کو تنبیہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ آپس میں اتحاد پیدا کریں ہمارا عقیدہ سچا ہے لیکن ہمارے عمل کمزور ہیں۔

پیر خالد سلطان قادری (صوبہ بلوچستان):

اللہ تعالیٰ نے جماعت اہل سنت کو وہ قائدین عطا کئے ہیں جو نہ جھکنے والے ہیں اور نہ ہی بکنے والے ہیں۔سُنی کانفرنس کا مقصد اہل سنت کو ایک انقلابی جدوجہد دینا ہے۔اس کا پیغام اس کے کارکن گلی گلی اور نگر نگر لیکر جائیں۔سرکار ﷺ کے دین کے فروغ کے لئے اولیاء کی تعلیمات کو عام کریں۔ان تعلیمات سے دوری کی وجہ سے ہمارا ملک مسائل میں گھرا ہوا ہے۔انہوں نے سُنی کانفرنس کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے کہا کہ ہر صوبے میں سُنی کنونشن ہونا چاہیے۔

مفکر اسلام پیر عبدالقادر شاہ گیلانی (انگلینڈ):

موت کا ایک دن معین ہے اگر موت کا وقت آ جائے تو کوئی ٹال نہیں سکتا۔اس لئے موت سے ڈرنا عبث ہے۔تاتاریوں نے اسلام کو ختم کرنے کی بہت کوششیں کیں۔علمی ذخائر تباہ کئے لیکن اسلام کی تعلیمات کے نورانی اثر سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور سب کے سب مسلمان ہو گئے۔سلطان محمود غزنوی کو فتح بزرگوں کے لباس کے صدقے میں ملی۔صوفیاء سے کٹ کر دینی خدمت نہیں ہو سکتی۔

مولانا شبیر قادری (ناظم اعلیٰ صوبہ سرحد):

ہم صوبہ سرحد کے سُنی مسلمان اپنے قائدین کے ہر حکم پر عمل کریں گے۔جب تک ہمارا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے جڑا تھا اللہ کی نعمتیں ہمارے پاس تھیں، حضور ﷺ کی ذات ہمارے دین کا مرکز و محور ہے۔دعا ہے کہ جن مقاصد کے لئے ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ ان مقاصد کو پورا کرے۔

صاحبزادہ محمد حامد رضا قادری (وزیر اوقاف آزاد کشمیر):

ملکی حالات دگرگوں ہیں، دہشت گردی، بم دھماکوں کے اس نازک ترین دور میں قائدین نے سُنی کانفرنس کا انعقاد کر کے اور سُنی علماء و مشائخ اور عوام الناس کو اکٹھا کر کے ہمیں وہ پیغام دیا ہے کہ ہماری زندگی میں انقلاب آ سکتا ہے۔لوگو! اگر آپ نے اپنے عقیدے کو بچا لیا تو

سمجھو سب کچھ بچالیا۔ مغربی شیطانوں کی شرارتیں، ڈنمارک میں گستاخانہ خاکے، ہالینڈ میں گستاخانہ فلم یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے صرف اس لئے کہ انہیں معلوم ہے کہ مسلمانوں کو سب سے زیادہ تکلیف صرف اسی وقت ہوتی ہے جب ان کے نبی ﷺ کی بے ادبی کی جائے۔ ہماری عزت میں اسی وقت اضافہ ہوسکتا ہے جب ہم جماعت اہل سنت کو مضبوط کریں گے۔

مولانا محمد اکرم سعیدی (ناظم اعلیٰ صوبہ سندھ):

بے شک اللہ کے نزدیک بہترین دین اسلام ہے۔ یارسول اللہ کہنے والوں کا دنیا میں بھی بیڑا پار ہے، قبر میں بھی بیڑا پار ہے اور آخرت میں بھی وہی کامیاب وکامران ہوں گے۔

ڈاکٹر اظہر محمود:

تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی ناموس رسالت پر قربانیوں کی ضرورت پیش آئی تو اہل سنت کے اکابر نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کئے لیکن دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ فائدے کے وقت وہ لوگ آگے ہوئے جو شریک سفر بھی نہ تھے۔ آج ہمارے پیارے ملک کی باگ ڈور کن لوگوں کے ہاتھوں میں ہے؟ یاد رکھیں اگر ملک کو بچانا ہے تو اہل سنت نے ہی بچانا ہے یہی لوگ اس ملک کے حقیقی خیر خواہ ہیں۔

علامہ سید حامد سعید کاظمی (ملتان):

آج جبکہ گولوں کی بارش ہے، خوف ڈیرے ڈالے ہوئے ہے، ڈر ہے کہ واپسی ہو یا نہ ہو، ان حالات میں سُنی کانفرنس کے انعقاد پر قائدین مبارکباد کے مستحق ہیں۔ اس وقت پورا عالم اسلام کشمکش کا شکار ہے ڈنمارک، ہالینڈ، مغربی ذرائع سب اسلام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ ایک وقت تھا جب مسلمان دنیا میں واحد سپر پاور تھے۔ ان کا ڈنکا پوری دنیا میں بجتا تھا۔ دراصل اس وقت مسلمانوں کا رشتہ علم کے ساتھ مضبوط تھا، مگر اب سوائے عیاشیوں کے ہم کوئی کام نہیں کرتے۔ مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے تانے بانے بُنے جارہے ہیں سوچنا چاہیے کہ ان سازشوں کی سپلائی لائن کہاں سے آرہی ہے۔

سید ثروت قادری (سُنی تحریک):

جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ نے جو کلمات اور نکات ارشاد فرمائے ہیں وہ ہر سُنی کے دل کی آواز ہیں۔ آج سُنی کمزور ہیں، تڑپ رہے ہیں، اس لئے ہمیں چاہیئے کہ آپس میں اتفاق واتحاد سے کام لے کر سنیت کی خدمت کے لئے کوئی کام کریں۔

مناظر اسلام علامہ عبدالتواب صدیقی اچھروی:

جماعت اہل سنت کے قائدین کو سُنی کانفرنس کے انعقاد پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا کہ مفکر اسلام سید ریاض حسین شاہ نے جو پیغام دیا ہے اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ تب ہی ہم اس سُنی کانفرنس کے نورانی مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکیں گے۔ انہوں نے کہا کہ دین اسلام کی خدمت اور عشق رسالت مآب کا جذبہ جس طرح صحابہ اور اولیاء کرام کے دلوں میں تھا اسی جذبے اور وارفتگی کی آج شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم سُنی کانفرنس کے اہداف اور مقاصد کا حصول ہمارے لئے آسان فرمادے۔ آمین ثم آمین۔

مناظر اسلام کے خطاب کے بعد صلوٰۃ وسلام کے چند اشعار پڑھے گئے اور اس کے بعد حضرت علامہ پیر سید شبیر علی شاہ سجادہ نشین چورہ شریف نے دل کی گہرائیوں سے دین اسلام، ملک پاکستان، مسلمانوں اور عالم اسلام کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔ اس طرح یہ تاریخ ساز پاکستان سُنی کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ کثرت ہجوم کے باوجود مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ جو کہ مسلسل کئی دنوں سے رات کے جگراتے اور دن کی محنتوں سے تھکے ہوئے تھے لیکن لوگوں کے شوق اور ولولے کو دیکھ کر آپ نے خود سٹیج سے نیچے تشریف لاکر لوگوں سے مصافحہ کیا اور اس طرح ان کارکنوں کا حوصلہ بڑھایا جو صبح دس بجے سے گراؤنڈ میں جوش اور جذبے سے بیٹھے قائدین کی تقاریر سن رہے تھے اور اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار نعروں کی گونج سے کررہے تھے۔ اس طرح پاکستان سُنی کانفرنس کے شرکاء رات تقریباً ڈیڑھ بجے اپنے اندر جذبوں اور راہ عمل کا ایک سمندر سمیٹے گھروں کو روانہ ہوئے۔ اللہ کریم اس کانفرنس میں دامے، درمے، سخنے، شرکت کرنے والے ہر سُنی کو دنیا وآخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے اور قائدین جماعت اہل سنت خصوصاً پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور مفکر اسلام پیر سید ریاض حسین شاہ کے علم، عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے تاکہ وہ ہماری سرپرستی فرماتے رہیں۔ آمین ثم آمین۔

۞ ۞ ۞

تحفظِ ناموسِ رسالت ﷺ

اور عالم اسلام کی ذمہ داریاں

انجینئر سرفراز احمد حنیم

محسن انسانیت سیدنا مصطفیٰ کریم ﷺ کی پاک اور عظیم ہستی کی ناموس کے تحفظ کے لئے پوری دنیا کے مسلمان اپنے سروں پر کفن باندھ کر سراپا احتجاج ہیں۔ احتجاج کا سلسلہ گزشتہ کئی دہائیوں سے جاری ہے کیونکہ تحفظ ناموس رسالت ﷺ کا تعلق مسلمانوں کی ایمانیات سے اس طرح وابستہ ہے جس طرح جسم کا تعلق روح سے، مچھلی کا تعلق پانی سے، پرندوں کا فضا سے، اور انسانوں کو آکسیجن سے ہے۔ اسی طرح مسلمانانِ عالم سرکارِ کائنات ﷺ سے اس طرح محبت کرتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اور ماں اپنی اولاد سے، خود تاجدارِ کائنات ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ آپ ﷺ کو اپنے مال، اپنے والدین، اپنی اولاد اور حتیٰ کہ اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔

یہ سچ ہے کہ ہم ان کی عبادت نہیں کرتے

رہتے ہیں وہ دل میں عبادت سے زیادہ

ڈنمارک، ناروے اور جرمنی والے اپنے آپ کو دنیا کا سب سے زیادہ تہذیب یافتہ (civilized) طبقہ، کمیونٹی اور قوم کہتے ہیں لیکن یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ ان کی حرکات اور کائنات کی برگزیدہ ترین ہستی بارے لغویات کے ذریعے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی دل آزاری سے وہ کس قسم کی شائستگی کا مظاہرہ کر رہے ہیں۔ یہ بھی ایک ٹھوس اور جامع حقیقت ہے کہ دنیا میں موجود کروڑوں غیر مسلم بھی آقائے کائنات حضرت محمد ﷺ کو اپنا رہبر و رہنما تصور کرتے ہیں۔ ان ہی کا دانشور طبقہ آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ سے رہنمائی کے اصول اخذ کرتے ہوئے اپنے معاشروں کی زندگیاں سنوارنے کے لئے سامان حاصل کرتا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں نے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کر رکھا ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ صحرائے عرب کے جن مقتدر شخصیات نے آپ ﷺ کی صدائے لا الہ الا اللہ پر لبیک کہی وہ اپنے اپنے قبائل کے ممتاز رہنما تھے اور ان کی حضور ﷺ کی ذات سے محبت و مودت کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ کا وضو کا پانی حتیٰ کہ کوئی قطرہ تک زمین پر نہ گرنے دیتے تھے اور محفوظ کر لیتے تھے کیونکہ یہی قطرات جملہ موذی امراض کے لئے کارشفا تھے۔ آج بھی آپ ﷺ کے پاک پیکر کے موئے مبارک دیکھنے کے لئے اور زیارت کی ایک جھلک کے لئے لوگ سر کٹانے کے لئے بھی تیار ہیں۔

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں

سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مردان عرب

اسلامی تعلیمات کا یہ خاصا ہے کہ وہ کسی بھی نبی یا رسول بارے نہ صرف اپنے قلوب میں کوئی بغض نہیں رکھتے بلکہ تمام انبیائے کرام پر ایمان لانا، ان کو اللہ تعالیٰ کا سچا اور معصوم عن الخطاء نبی ماننا اور ان کی محبت و مودت کو اپنے دلوں میں رکھنے کو فرض سمجھتے ہیں۔ جبکہ یہود و نصاریٰ کی طرف سے حضور ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی سے مسلمانوں کی دل آزاری ایک معمول بن چکا ہے۔ حالانکہ ان کا یہ عمل انجیل مقدس اور توارت شریف کی تعلیمات کے مطابق گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔

المختصر! ناموس رسالت پر پے در پے حملوں کا مقصد مسلمانوں کی دلآزاری کے ساتھ ساتھ معنی خیز بھی ہے اور ایک منظم سازش بھی۔ غیر مسلم انتہا پسند، سرورِ کونین ﷺ کی ذاتِ اقدس سے مسلمانوں کی والہانہ وابستگی، ایمانی تعلق کی حساسیت، اور قلب و ذہن کی ہم آہنگ کیفیت سے بخوبی آگاہ ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں سلسلہ ہذا میں مسلمان کسی قسم کے سمجھوتے پر یقین نہیں رکھتے بلکہ ذرا سی لغزش کے ارتکاب کو بھی کفر سمجھتے ہیں۔ انہی غیر مسلم شر پسندوں نے مسلمانوں کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہے۔ اور حساس ترین ایشو چھیڑ کر تمام تر توجہ اس معاملے کی جانب مبذول کروا دی ہے۔ اس طرح وہ ہمارا معاشی قتل کر کے عالم اسلام کو عدم استحکام کی منزل کا حصول چاہتے ہیں۔ لیکن انہیں مایوسی ہوگی اور ہمیشہ کی طرح وہ اس پلان کا خواب بھی شرمندہ تعبیر ہوتا نہیں دیکھ سکیں گے۔ بشرطیکہ پورا عالم اسلام اس موقع پر عالمی اسلامی یگانگت کا مظاہرہ کر لے۔ درحقیقت پہلے مرحلے کا یہ عظیم الشان مظاہرہ ہی غیر مسلم انتہا پسندوں کے ناپاک عزائم کی چولیں ہلا کر رکھ دے گا۔ مسلمان اپنے اس مظاہرے کا آغاز "عالمی اسلامی تحفظ ناموس رسالت ﷺ ادارہ" کے قیام سے کریں اور پھر پوری دنیا میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کی تحریک کا آغاز کر دیں۔ دنیا بھر کے تمام مسلمان بلا تخصیص مسلک 12 ربیع الاول شریف کو "یوم تحفظ ناموس رسالت ﷺ" کے طور پر منائیں۔ تمام اسلامی ممالک اپنے اپنے دارالخلافوں میں اس یوم کا اہتمام کریں۔ سیرت کانفرنس کو "تحفظ ناموس رسالت ﷺ کانفرنس" کا نام دے دیا جائے۔ مسلمانانِ عالم کے تمام مسالک مسلکانہ دائرہ فکر سے نکل کر نبی آخر الزمان ﷺ کی حرمت کی خاطر ملی اتفاق و اتحاد اور قومی یکجہتی کے ذریعے کلمہ شہادت پڑھنے والے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کی امنگوں کے ترجمان بن جائیں۔ تمام مذہبی، دینی، سیاسی، فلاحی جماعتیں۔ وکلاء، اساتذہ، ڈاکٹرز، انجینئرز، اور مزدوروں کی تنظیمیں متحد ہو کر "میثاق تحفظ ناموس رسالت ﷺ" پر اپنے لہو سے دستخط کریں۔ اور اقوام عالم کو

باور کروادیں کہ" دنیا بھر کے مسلمان ایک قوم ہیں" اور یہ قوم اللہ تعالیٰ کے حبیب سرکار دو عالم ﷺ کی ذات پر موت کو زندگی پر ترجیح دے کر جان نچھاور کرنے کو افضل ترین عبادت اور اعلیٰ ترین سعادت سمجھتی ہے۔ اسی تحریک کے ذریعے امریکہ، انگلینڈ و دیگر ترقی یافتہ ممالک کو باور کروادیا جائے کہ گستاخانِ رسول غیر مسلم انتہا پسندوں کے ذریعے مسلمانوں کے جذبات کے ساتھ خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے۔ بغیر کسی ثبوت کے اگر مسلمانوں کو دہشت گرد کہلوانے کا پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے تو پھر ان گستاخوں کی بیخ کنی سے نظریں چرانے کا کیا معنی ہے۔ انہیں بتادیا جائے کہ اسلامی تعلیمات اور قرآن وسنت جو اسلام کے ماخذ ہیں، کے مطابق خودکش حملے قطعاً حرام ہیں بلکہ یہ بھی مسلمانوں کے خلاف سازش کے طور پر کروائے جارہے ہیں۔ یہ وہ پوشیدہ عناصر ہیں اگر ان کا قلع قمع کیا جانا مقصود ہے تو مسلمان ساتھ دینے کے لئے اور مکمل تعاون کے لئے تیار ہیں۔ (حالانکہ خودکش حملوں کی زد میں خود عالم اسلام ہے) جبکہ نبی رحمت ﷺ کی ناموس پر حملے کرنے والے تو اعلانیہ طور پر اپنی خباثتوں کا اظہار کررہے ہیں۔ عالم اسلام کو چاہیے کہ وہ اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل میں ایک قرارداد کے ذریعے" عالمی جرگہ" تشکیل دینے کی حکمت عملی اپنائیں۔ اور رسول رحمت ﷺ اور دیگر انبیائے کرام کی ناموس کے تحفظ کے لئے قانون بنوائیں۔ گستاخانِ رسول کو" عالمی مجرم" قرار دیں۔ اور عالمی عدالت انصاف سے اسے کم از کم موت کی سزا دلوائیں۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

❁❁❁

پاکستان سنی کانفرنس کی جھلکیاں

☆...... جماعت اہل سنت پاکستان کے زیر اہتمام راولپنڈی کرکٹ سٹیڈیم میں "پاکستان سنی کانفرنس" منعقد ہوئی، کانفرنس کا باقاعدہ آغاز دن گیارہ بجے تلاوت قرآن پاک اور نعت رسول ﷺ سے ہوا۔

☆...... کانفرنس میں شرکت کے لئے اتوار کی صبح سے شام 5 بجے تک ملک بھر بشمول آزاد کشمیر سے علماء و مشائخ عظام کی قیادت میں ہزاروں قافلے درود وسلام کا ورد کرتے ہوئے شریک ہوئے۔

☆...... سٹیڈیم کی وسیع وعریض گراؤنڈ میں 50 فٹ طویل، 30 فٹ چوڑا اور 7 فٹ بلند سٹیج تیار کیا گیا تھا جبکہ مشائخ عظام، آستانوں کے سجادہ نشینوں، علماء کرام سمیت اراکین پارلیمنٹ، وکلاء رہنماؤں کو وی آئی پی انکلوژر میں بٹھایا گیا۔

☆...... سٹیڈیم میں داخلے کے لئے شرکاء کے لئے تین گیٹ اور مہمانوں مشائخ عظام کے لئے الگ گیٹ متعین کئے گئے تھے۔

☆...... تمام گیٹ پر واک تھرو گیٹ کلوز سرکٹ کیمرے اور سکینگ مشینیں نصب کی گئی تھیں۔

☆...... جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل علامہ سید ریاض حسین شاہ مشائخ عظام، علماء کرام کے ہمراہ پنڈال میں پہنچے تو شرکاء کانفرنس نے کھڑے ہو کر نعروں کی گونج میں ان کا پرجوش استقبال کیا۔

☆...... سٹیڈیم کے چاروں اطراف میں بینرز اور جماعت اہل سنت کے پرچم لگائے گئے تھے۔ بینرز پر" اولیاء کا ہے فیضان، پاکستان، پاکستان، تحفظ ناموس رسالت کے لئے پاکستان بنایا تھا، پاکستان بچائیں گے، ججز بحال کرو، عدلیہ آزاد کرو، امریکی مداخلت نامنظور، گنبد خضرا کے سائے تلے ہم ایک ہیں، ہم ایک ہیں" کے نعرے درج تھے۔

☆...... کانفرنس میں ظہر، عصر، مغرب کی نمازیں باجماعت ادا کی گئیں۔

☆...... جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی نماز ظہر کے بعد پنڈال میں پہنچے تو پرجوش نعروں میں ان کا استقبال کیا گیا۔

☆...... پہلی نشست نماز مغرب تک جاری رہی جس میں صرف نمازوں کا وقفہ کیا گیا، دوسری نشست نماز مغرب کے بعد شروع ہوئی جو رات گئے تک جاری رہی۔

☆...... شرکاء کانفرنس کے لئے پنڈال میں اشیاء خورد و نوش سمیت دینی کتابوں کے سٹالز لگائے گئے تھے۔

☆...... کانفرنس میں علامہ سید ریاض حسین شاہ نے اپنے خطاب میں نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ، عدلیہ کی آزادی، چیف جسٹس افتخار محمد چوہدری سمیت تمام معزول ججز اور آئین کی بحالی کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ سودی نظام معیشت کا خاتمہ کیا جائے۔

☆...... کانفرنس میں جماعت اہل سنت پاکستان سمیت اہل سنت کے مختلف مذہبی تنظیموں کے مشائخ عظام، علماء کرام اور زندگی کے مختلف شعبہ جات سے تعلق رکھنے والی شخصیات نے شرکت کی۔

☆...... سنی کانفرنس عملاً اتحاد اہل سنت کا منظر پیش کرتی رہی۔

☆...... کانفرنس میں شرکت کے لئے برطانیہ، ہالینڈ، ناروے، مدینہ شریف اور اٹلی سمیت دیگر ممالک کے علماء کرام و رہنما بھی خصوصی طور پر پہنچے۔

☆...... سٹیڈیم میں مشائخ عظام، علماء کرام کثیر تعداد میں شریک تھے۔

☆...... کرکٹ سٹیڈیم کی شمالی جانب سٹیج بنایا گیا تھا جس کے دائیں جانب ٹی وی اور بائیں جانب ویڈیو ٹاور بنایا گیا تھا۔

☆...... گراؤنڈ کے جنوبی حصہ میں جنگلے کے ساتھ ساتھ طہارت خانے بنائے گئے تھے۔

☆...... کارکن گراؤنڈ، گراؤنڈ سے باہر اور سٹیج پر حافظ محمد قاسم اور محمد بہاؤالدین کی نگرانی میں سکیورٹی کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔

☆...... پنڈال میں داخل ہونے کے لئے دو دروازوں کا استعمال کیا جا رہا تھا ایک مشرقی جانب اور دوسرا مغرب کی طرف، زیادہ تر لوگ مشرقی دروازے سے پنڈال میں داخل ہو رہے تھے۔

☆...... سنی کانفرنس کے شرکاء میں سے ہر شخص کو پنڈال میں داخل ہونے کے وقت مکمل سکریننگ کے مرحلہ سے گزرنا پڑ رہا تھا۔

☆...... مین گیٹ سے لے کر پنڈال میں داخلے تک تین مقامات پر نہایت سختی سے شرکاء کی میٹل ڈیٹیکٹر سے تلاشی کی جا رہی تھی۔

☆...... محکمہ پولیس کے جوان نہایت مستعدی اور چابکدستی سے جلسہ گاہ کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے، ایس پی صاحب خود سارا وقت جلسہ گاہ میں سٹیج کے قریب موجود رہے اور حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیتے رہے۔

☆..... سٹیڈیم کے آس پاس اونچی عمارات پر بھی پولیس کے جوان چوکس کھڑے تھے۔

☆..... سکیورٹی کے اچھے انتظامات پر کثیر تعداد میں مقررین اور شرکاء نے اطمینان کا اظہار کیا۔

☆..... کانفرنس سے تقریباً 40 مقتدر شخصیات نے خطاب کیا۔

☆..... کانفرنس کے دوران جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب کے ناظم اعلیٰ شعلہ بیاں خطیب مفتی محمد اقبال چشتی، مرکزی ناظم اطلاعات معروف صحافی محمد نواز کھرل اور عبدالمجید مغل سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

☆..... کانفرنس کی کارروائی انٹرنیٹ کے ذریعے پوری دنیا میں براہ راست دکھائی جا رہی تھی جماعت اہل سنت سے وابستہ لوگ بیرون ممالک میں یہ کارروائی دیکھ رہے تھے۔

☆..... سٹیج کے دائیں جانب ٹی وی ٹاور کے ساتھ صحافیوں کے لیے نشست گاہیں بنائی گئی تھیں جہاں مختلف اخبار و جرائد کے رپورٹر، صحافی حضرات رپورٹنگ کر رہے تھے۔

☆..... ماہنامہ دلیل راہ کی ٹیم کے ارکان ابو محی الدین، طالب حسین مرزا اور ڈاکٹر منظور حسین اختر سٹیج کے قریب رکھی گئیں نشستوں پر بیٹھے رپورٹنگ کر رہے تھے۔

☆..... گراؤنڈ کے اندر سامعین کے بیٹھنے کے لیے کثیر تعداد میں دریاں اور چادریں بچھائی گئی تھیں، ان چادروں کے اطراف کرسیاں حسین انداز سے سجائی گئی تھیں۔

☆..... کانفرنس کے شرکاء سامعین گراؤنڈ میں بچھی چادروں اور کرسیوں کے علاوہ کثیر تعداد میں ان سیڑھیوں پر بھی براجمان تھے جہاں کرکٹ میچ کے ناظرین بیٹھتے ہیں۔

☆..... کانفرنس میں شریک سامعین کا جوش و خروش دیدنی تھا ہر طرف نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کی گونج سنائی دے رہی تھی۔

☆..... امن و امان کی بدترین صورتحال اور بم دھماکوں کے باوجود کرکٹ سٹیڈیم جیسی بڑی گراؤنڈ میں لوگوں کا جمع ہونے کو جماعت اہل سنت کی پاکباز قیادت کی کرامت قرار دیا جاسکتا ہے۔

☆..... کانفرنس میں علماء مشائخ کی کثرت نے ثابت کردیا کہ دین اسلام کی خاطر یہ سب یکجان ہو کر تحریک کی صورت اختیار کرسکتے ہیں۔

☆..... نقشبندی، قادری، چشتی، سہروردی، ہر سلاسل طریقت کے بزرگوں کا کانفرنس میں شریک ہونا اہل سنت و جماعت کے اتفاق و اتحاد کا مظہر ہے۔

☆..... مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کے خطاب کے بعد ہر مقرر نے مرکزی ناظم اعلیٰ کے پُر مغز خطاب اور تحریکی نکات کو سنگ میل اور منزل آشنا قرار دیا۔

☆..... کانفرنس کے مقررین نے مرکزی قائدین خصوصاً مرکزی امیر پروفیسر سید مظہر سعید کاظمی اور مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کی انتھک محنت اور پرخلوص قیادت کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

☆..... 16 گھنٹے مسلسل جاری رہنے والی اس تقریب میں سامعین کے جوش و جذبے میں ذرا برابر بھی کمی یا تھکاوٹ محسوس نہ کی گئی، ہر آن نیا جوش اور ہر لمحہ نئے جذبے سے سامعین تقریب کی کارروائی کو سنتے رہے۔

☆..... پاکستان سنی کانفرنس کی تقریب کے آخر میں عالم اسلام کی معروف روحانی شخصیت پیر سید شبیر علی شاہ سجادہ نشین چورہ شریف نے مرکزی ناظم مفکر اسلام مفسر قرآن اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کو چورہ شریف کی مسند کی طرف سے ''امیر ملت'' کا خطاب پیش کیا اور اسلام کی خاطر ان کی خدمات کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔

✿ ✿ ✿

پاکستان سنی کانفرنس 2008ء کرکٹ سٹیڈیم راولپنڈی

تصویری جھلکیاں

پاکستان سنی کانفرنس 2008ء کرکٹ سٹیڈیم راولپنڈی

تصویری جھلکیاں

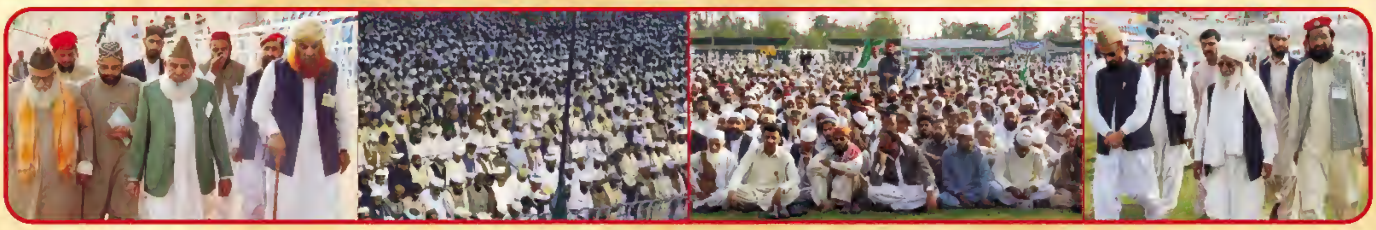

تصویری جھلکیاں

پاکستان سنی کانفرنس 2008ء کرکٹ سٹیڈیم راولپنڈی

تصویری جھلکیاں

تصویری جھلکیاں

پاکستان سنی کانفرنس 2008ء کرکٹ سٹیڈیم راولپنڈی

تصویری جھلکیاں

تصویری جھلکیاں